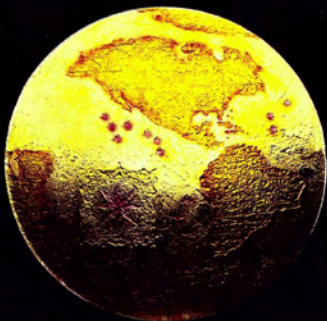


اضافہ شدہ ایڈیشن

جلوہ گاہِ دوست



خواجہ محمد طاہر بخش نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

بسم الرحمن الرحيم

جلوه گاہِ دوست

مصنف

سالار سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

خواجہ محمد طاہر المعروف سجن سائیں بخشی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین درگاہ اللہ آباد شریف، کنڈیاریو

ناشر

ادارۃ المعرفۃ پبلیکیشنز

درگاہ اللہ آباد شریف، کنڈیاریو، ضلع نوشہرہ و فیروز، سندھ، پاکستان

جملہ حقوق بحق ادارۃ المعرفۃ محفوظ ہیں

نام کتاب:	جلوہ گاہ دوست
مؤلف:	حضرت خواجہ محمد طاہر المعروف سجن سائیں بخشی نقشبندی
کمپوزنگ:	علامہ حبیب الرحمن گبول طاہری نقشبندی
معاون:	محمد زبیر چنے طاہری
ناشر:	ادارۃ المعرفۃ، درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو، نوشہرہ فیروز، سندھ
اشاعت اول:	نومبر 2007ء
اشاعت دوم:	فروری 2008ء

ملنے کا پتہ

ادارۃ المعرفۃ درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو، ضلع نوشہرہ فیروز۔ 449297-0242
 علامہ محمد عزیز الرحمن طاہری اللہ آباد شریف کنڈیارو۔ 8887557-0300
 قاری حبیب الرحمن، مرکز روح الاسلام، بلال ٹاؤن بیدیاں روڈ لاہور کینٹ۔ 4617238-0300
 محمد بخش جونیجو طاہری، کریم جزل اسٹور نوڈیر ولاڑکانہ۔ 3833044-0345
 مولانا محمد ابراہیم طاہری، مرکز اصلاح المسلمین ٹول پلازہ کراچی۔ 2183789-0300
 مولانا محمد ابراہیم لاسی طاہری، اوتھل، بلوچستان۔ 3971700-0345

انتساب

والدین کے نام

فہرست

پیش لفظ	12
اولیاء اللہ کی مخلوق خدا سے محبت	13
رشتہ داروں کو تحفہ تحائف	15
رشتہ داروں کی مدد کرنا	16
اپنا آبائی گھر رشتہ داروں کو عطا فرمادیا	16
مخلوق خدا سے محبت	16
خواتین کے حقوق کا پاس	17
پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک	18
یتیموں کے ساتھ شفقت اور محبت	18
چیونٹی جیسی کمزور مخلوق کا بھی خیال کرتے تھے	19
غیر مسلموں کی سونہا سائیں سے محبت	20
زیر نظر مجموعہ کے متعلق چند گزارشات	23
تصوف و طریقت	25
ضرورتِ تصوف	25
ضرورتِ مرشدِ کامل	27
علاماتِ مرشدِ کامل	28
کامل ولی کی اہم علامات	30
فضیلتِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ	31
تعلیماتِ مشائخ نقشبند	33
بیعت	33

- 34..... بیعت کی معنی
- 34..... بیعت کی حیثیت و اہمیت
- 35..... بیعت کا سنت ہونا
- 36..... بیعت کا فائدہ
- 37..... صحبت شیخ
- 38..... ذکر کرنے کا طریقہ
- 40..... ذکر قلبی
- 41..... ذکر قلبی کا اجر ستر گنا زیادہ ہے
- 42..... حلقہ ذکر و مراقبہ
- 44..... اصطلاحات طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ
- 45..... تشریح اصطلاحات
- 45..... ۱۔ ہوش در دم
- 46..... ۲۔ نظر بر قدم
- 47..... ۳۔ سفر در وطن
- 49..... ۴۔ خلوت در انجمن
- 50..... ۵۔ یاد کرد
- 51..... ۶۔ بازگشت
- 52..... ۷۔ نگہداشت
- 53..... ۸۔ یادداشت
- 53..... ۹۔ وقوف زمانی
- 53..... ۱۰۔ وقوف عددی
- 54..... ۱۱۔ وقوف قلبی

54.....	اسباق طریقہ عالیہ نقشبندیہ
54.....	لطائف عشرہ
55.....	اصلاح لطائف
55.....	طریق اول: ذکر
56.....	سبق اول: ذکر لطیفہ قلب
57.....	سبق دوم: ذکر لطیفہ روح
57.....	سبق سوم: ذکر لطیفہ سرّ
57.....	سبق چہارم: ذکر لطیفہ خفی
57.....	سبق پنجم: ذکر لطیفہ اخفی
58.....	سبق ششم: ذکر لطیفہ نفس
58.....	سبق ہفتم: ذکر لطیفہ قلبیہ
58.....	سبق ہشتم: ذکر نفی و اثبات
60.....	سبق نہم: ذکر تہلیل لسانی
60.....	طریق دوم مراقبہ
60.....	سبق دہم: مراقبہ احدیت
61.....	مراقبات مشارب
61.....	سبق یازدہم: مراقبہ لطیفہ قلب
62.....	سبق دوازدہم: مراقبہ لطیفہ روح
62.....	سبق سیزدہم: مراقبہ لطیفہ سرّ
62.....	سبق چہاردہم: مراقبہ لطیفہ خفی
63.....	سبق پانزدہم: مراقبہ لطیفہ اخفی
64.....	سبق شانزدہم: مراقبہ معیت

- 65.....رابطہ شیخ
- 65.....تصور شیخ کا قرآن مجید سے ثبوت
- 66.....رابطہ شیخ کا ثبوت حدیث شریف سے
- 68.....مکتوبات امام ربانی سے درس
- 68.....درس نمبر ۱۔ قرب الہی کا اہم ذریعہ فرائض کی بروقت اور درست ادائیگی ہے۔
- 70.....درس نمبر ۲۔ نماز باجماعت
- 71.....درس نمبر ۳۔ آداب نماز کی رعایت
- 72.....درس نمبر ۴۔ علم مجاہدے کا نام ہے
- 73.....درس نمبر ۵۔ صحبت کے فائدے
- 75.....درس نمبر ۶۔ دوام ذکر
- 76.....درس نمبر ۷۔ رابطہ شیخ
- 77.....درس نمبر ۸۔ اتباع سنت
- 78.....درس نمبر ۹۔ نماز کی پابندی
- 79.....درس نمبر ۱۰۔ جوانی کی عبادت
- 81.....درس نمبر ۱۱۔ تواضع کی اہمیت
- 82.....درس نمبر ۱۲۔ اولیاء اللہ کو خدمت و خوشامد کی کوئی ضرورت نہیں
- 84.....درس نمبر ۱۳۔ طریق نجات
- 85.....درس نمبر ۱۴۔ اتباع سنت
- 86.....درس نمبر ۱۵۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اتباع سنت
- 87.....درس نمبر ۱۶۔ اجزائے شریعت
- 89.....درس نمبر ۱۷۔ اتباع سنت نبویہ
- 91.....درس نمبر ۱۸۔ محبوب کے محبوب شامل

- درس نمبر ۱۹۔ طریقت و شریعت 92
- درس نمبر ۲۰۔ طریقت عالیہ نقشبندیہ کا خاصہ اتباع شریعت و سنت 93
- درس نمبر ۲۱۔ شکر پروردگار 95
- درس نمبر ۲۲۔ فراغت کی قدر کریں 97
- درس نمبر ۲۳۔ صحبت شیخ مجاہدوں سے بڑھکر مفید ہے 98
- درس نمبر ۲۴۔ تصور و رابطہ شیخ 100
- درس نمبر ۲۵۔ لذت و حلاوت ضروری نہیں ہیں 102
- درس نمبر ۲۶۔ ذکر بہت وسیع ہے 103
- درس نمبر ۲۷۔ ظاہر باخلق اور باطن باخدا 104
- درس نمبر ۲۸۔ فضیلت صحبت مشائخ نقشبند قدس اللہ اسرارہم 106
- درس نمبر ۲۹۔ اتباع سنت ہی کام آئیگا 108
- درس نمبر ۳۰۔ مذہب اہل السنۃ والجماعت 110
- درس نمبر ۳۱۔ محبت پیر 114
- مختصر حالات حضرات مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ 115
- سید المرسلین رحمۃ اللعالمین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 115
- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ 118
- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ 118
- خواجہ خواجگان حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ 119
- شیخ المشائخ سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ 120
- سلطان العارفین سید الطائفہ حضرت بایزید بسطامی نور اللہ مرقدہ 121
- شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ 121
- حضرت خواجہ ابو القاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ 123

- 123..... حضرت خواجہ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ
- 124..... سلطان العارفین حضرت یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ
- 124..... خواجہ خواجگان حضرت شیخ عبدالحق غجدوانی قدس سرہ
- 125..... حضرت محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ
- 126..... حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ
- 127..... حضرت عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ
- 128..... حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ
- 129..... حضرت سید شمس الدین امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ
- 129..... حضرت خواجہ خواجگان بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- 131..... شیخ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
- 131..... شیخ خواجہ یعقوب چرخنی رحمۃ اللہ علیہ
- 132..... حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ
- 133..... حضرت خواجہ محمد زاہد و خشی رحمۃ اللہ علیہ
- 134..... حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ
- 135..... حضرت خواجہ محمد مقتدی المنگی رحمۃ اللہ علیہ
- 136..... حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
- 137..... حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
- 138..... مجدد الف ثانی
- 138..... سلوک طریقت
- 139..... طریقہ عالیہ نقشبندیہ
- 140..... اتباع سنت اور امام ربانی
- 140..... وفات حسرت آیات

- 140..... عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ
- 142..... محی السنۃ حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ
- 143..... حضرت حافظ محمد محسن دہلوی قدس سرہ
- 143..... خواجہ خواجگان حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
- 144..... فرید العصر شمس الدین حبیب اللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہ
- 145..... مرشدنا حضرت عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ
- 146..... حافظ القرآن حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ
- 147..... خواجہ خواجگان حضرت احمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
- 148..... حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ
- 150..... حضرت خواجہ حاجی محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ
- 151..... سید السادات حضرت لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ
- 152..... سراج الاولیاء حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ
- 153..... خواجہ خواجگان حضرت پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ
- 154..... سلطان العارفین حضرت خواجہ غریب نواز محمد عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ
- 158..... حضرت الحاج اللہ بخش عباسی نقشبندی عرف پیر سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ
- 159..... مسند ارشاد
- 160..... مثالی شیخ کی مثالی خدمات
- 160..... اصلاحی تنظیمیں
- 161..... مثالی مراکز
- 163..... مختصر معمولات، ایصال ثواب اور ختم خواجگان
- 163..... مختصر معمولات
- 164..... مفصل ختم شریف

165.....	دعائے ایصالِ ثواب
165.....	وضاحت
166.....	حل مشکلات کے لیے ختم خواجگان نقشبند
167.....	چند مخصوص ختم خواجگان
169.....	مذکورہ بالا مشائخ کے ایام وصال
170.....	شجرہ طیبہ مطہرہ سلسلہ عالیہ مشائخ نقشبندیہ
175.....	مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے دوست (اولیاء اللہ) اللہ کے بندوں کی خدمت اپنے معبود حقیقی کی سب سے بڑی عبادت سمجھتے ہیں۔ جب زخم خوردہ، مصیبت کے مارے، ہر طرف سے مایوس انسان ان کی خانقاہوں پر پہنچتے ہیں تو وہ دنیا کے غم اور نفرت آمیز رویے بھول جاتے ہیں اور یہ سب ان بندگان خدا کی محبت سے لبریز اخلاق کریمانہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

صوفیاء کرام کی یہ خانقاہیں درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر بلا تفریق، اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کے لیے مادی اور مسکن ہوتی ہیں۔ (اور خانقاہوں کا اصل رنگ یہی ہے اور ہونا بھی یہی چاہیے کہ ہر بندہ خدا ان کو اپنا گھر سمجھے) وہاں زخموں پر مرہم لگایا جاتا ہے اور وہ شراب محبت پلائی جاتی ہے کہ جس کے پہلے گھونٹ سے ہی مرضوں سے شفا نصیب ہو جاتی ہے۔

اس دنیا کی آلائشوں میں آلودہ ہو کر اپنی آدمیت کھو دینے والے انسان ایسے پاک اور صاف باطن ہو جاتے ہیں کہ وہ زمین سے اٹھ کر آسمان کی بلندیوں میں پرواز کے لائق بن جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں انسان اپنی انسانیت کو پاکر خلیفۃ اللہ کے منصب پر فائز ہو جاتا ہے۔ اسلئے صوفیاء کرام اپنے شیخ کی دربار کی سرزمین کو آسمان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مجدد وقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے شیخ خواجہ مظہر جان جاناں کی خانقاہ پر حاضر ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا تو اس موقع پر بے اختیار پکار اٹھے۔

از بروئے سجدہ عشق آستانے یافتم

سرزمین بود منظور آسمانے یافتم

(فیض نقشبند)

کیونکہ ایسے ہی مقدس آستانوں پر رہ کر اپنے کامل شیخ کی خدمت گزاری کرتے کرتے یہ خادم ایک دن مخدوم بنے۔ معروف ولی شیخ ابوسعید ابوالخیر منی قدس سرہ اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ہمراہ خرقان تشریف لائے اور

کئی روز شیخ ابوالحسن خرقانی کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ نقل ہے کہ شیخ ابوالخیر ابوسعید منی بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ میں پہلے ناپختہ اینٹ تھا، جب خرقان پہنچا تو گوہر نایاب بن کر واپس آیا۔ (تذکرۃ الاولیاء عطار)

اولیاء اللہ کی مخلوق خدا سے محبت

اولیاء اللہ کے دلوں میں چونکہ اللہ کی محبت اور بے انتہا تعظیم ہوتی ہے، اسی وجہ سے وہ اللہ کی مخلوق سے بھی پیار کرتے ہیں۔ بندگان خدا سے پیار خدا کے ساتھ پیار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی محبت کی وجہ سے اپنی خانقاہ پر ہر آنے والے کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ قطب عالم حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہ نے اپنی خانقاہ کے دروازے کے اوپر لکھ رکھا تھا۔

”جو شخص بھی اس سرا میں آئے اسے روٹی دو اور اس کے ایمان کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ اللہ نے جسے بھی جان عنایت فرمائی ہے وہ ابوالحسن کے دسترخوان کے لائق ہے۔“ (تذکرہ شیخ ابوالحسن خرقانی صفحہ ۳۶ از نذیر انجھا)

شیخ کی دربار پر آویزاں بورڈ پر کندہ یہ الفاظ جہاں حضرت شیخ کی بشر دوستی اور انسان نوازی کا پتہ دیتے ہیں، وہیں ان پاکیزہ جملوں سے صوفیاء کرام کے نظریے کا علم بھی ہوتا ہے۔ جیسے ایک انسان دوست ڈاکٹر اور حاذق حکیم مرض سے تو نفرت کرتا ہے لیکن مریض سے نہیں۔ اسی طرح یہ حضرات گناہوں سے تو نفرت کرتے ہیں لیکن گناہ گاروں سے نہیں۔ یہ اپنے اندر سارے عالم سے ہمدردی اور غم خواری کا جذبہ رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ خرقانی قدس سرہ کا یہی مقولہ ہے، فرماتے ہیں۔

”اگر ترکستان سے لیکر شام تک کسی انسان کی انگلی میں کانٹا چبھ جائے تو اس کا درد مجھے ہوتا ہے۔ اسی طرح ترکستان سے لیکر شام تک کسی انسان کے پاؤں پر پتھر لگے تو اس کا زخم مجھے لگتا ہے اور اگر کسی دل میں بھی کوئی دکھ موجود ہے تو وہ دکھی دل میرا ہوتا ہے۔“ (تذکرہ شیخ ابوالحسن خرقانی صفحہ ۷۲)

ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا جس سے آپ انکی مخلوق نوازی کی تڑپ کا اندازہ باسانی لگا سکتے ہیں۔

فرمایا ”میں شب و روز اسی کے شغل میں زندگی گذارتا ہوں جس کی وجہ سے میری فکر بینائی میں تبدیل ہو گئی، پھر شمع بنی، پھر انبساط، پھر ہیبت، پھر میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ میری فکر ہمت بن گئی اور جب میری توجہ شفقت مخلوق کی طرف مبذول ہوئی تو میں نے اپنے سے زیادہ کسی کو بھی مخلوق کے حق میں شفیق نہیں پایا۔ اس وقت میری زبان سے نکلا کہ کاش مقام مخلوق کے بجائے صرف مجھے موت آجاتی اور تمام مخلوق کا حساب قیامت میں صرف مجھ سے لیا جاتا اور جو لوگ سزا کے مستحق ہوتے ہیں ان کے بدلے میں صرف مجھے عذاب دے دیا جاتا۔“ (تذکرہ شیخ ابوالحسن خرقانی صفحہ ۷۲)

المختصر صوفیائے کرام کا منشور یہی ہے ”سب کی خیر سب کا بھلا“۔

عالمی شہرت یافتہ، ہر دور میں اہل علم و اخلاص کی نگاہوں میں عزت کے مالک قطب عالم حضرت ابوالحسن خرقانی کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔

فرمایا کہ ”ہر صبح علماء اپنے علم کی زیادتی اور زہاد اپنے زہد میں زیادتی طلب کرتے ہیں لیکن میں ہر صبح خدا سے وہی شے طلب کرتا ہوں جس سے بھائیوں کو مسرت حاصل ہو سکے۔“ (تذکرہ شیخ ابوالحسن خرقانی صفحہ ۷۸)

خانقاہی نظام کی ایک جھلک طبقات اور تاریخ کی کتابوں کے ذریعے پیش کرنے کی ایک کوشش کی۔ لیکن ایسا نہیں کہ یہ سب ماضی کے قصے ہیں بلکہ بندگان خدا کی تسکین اور ان کی رہنمائی کے لیے ایسی خانقاہیں اور ان پر موجود روشن چراغ اب بھی موجود ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک خدائے وحدہ ایسے مقدس وجود تخلیق فرماتے رہیں گے۔

میں اپنے آپ کو خوش نصیب تصور کرتا ہوں کہ جیسے ہی ہوش سنبھالا خود کو ایسی ہی ایک مقدس خانقاہ عالیہ کی جلوہ سامانیوں میں موجود پایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

گر نہ بخشند خدائے بخشندہ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ دربار عالیہ اللہ آباد شریف کی معطر فضاؤں میں اس صدی کے مجدد، تمام سلسلوں کی نسبتوں کے کامل، خصوصاً سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم سالار، صوفیائے کرام کی پاکیزہ روایتوں کے امین، انسان سے تو

کیا جانوروں سے بھی پیار کرنے والے، زخمی دلوں پر مہم رکھنے والے، مشفق و مہربان، سیدی و مرشدی حضرت خواجہ اللہ بخش المعروف سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ کی دربار عالیہ اللہ آباد شریف پر میں نے متعدد بار مشاہدہ کیا کہ کئی آنے والے روتے ہوئے آئے، لیکن اللہ آباد کی فضاؤں میں جیسے ہی پہنچے، اپنے غم بھول گئے۔ خود کو منوں و زنوں میں ڈوبا ہوا محسوس کرنے والے خود کو ہلکا محسوس کرنے لگے۔ آنسو بہاتے ہوئے آئے اور ہنستے ہوئے لوٹے۔ آنے سے پہلے بھٹکے ہوئے تھے لیکن آپ کی صحبت کی برکت سے راہ راست پر گامزن ہو گئے۔ یہ میں لفاظی نہیں کر رہا، بلکہ ایسے ہزاروں لوگ آج بھی موجود ہیں جو نفرت کی چکی میں پس رہے تھے، یہاں تک کہ زندگی سے بھی تنگ آچکے تھے، لیکن آستانہ عالیہ پر حاضری اور آپ کے دامن سے وابستگی کے بعد نہ صرف خود محبت کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوئے بلکہ الفت کی شیرینی کو انسانیت میں بانٹنے کا ذریعہ بھی بن گئے۔

دل چاہتا ہے کہ اس موقع پر بطور تحدیث نعمت یا نظہار حقیقت اپنے شیخ کامل کی خانقاہ عالیہ کی برکات، آپ کے فیوض و برکات کی ایک جھلک، آپ کے فیض یافتوں کی زبانی بیان کردہ واقعات قارئین کی نظر کریں جن کو سن کر پاپڑھ کر نہ صرف آپ کی انسان دوستی کا منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے بلکہ بے اختیار زبان پر یہ مصرعہ بھی آجاتا ہے کہ

۵ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اس عاجز کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب یہ عاجز چھوٹا تھا، میری عمر شاید ۱۳ سال ہوگی، ان دنوں ہر عید پر جملہ رشتہ دار خانواہن شہر میں اکٹھے مل جل کر عید کرتے تھے۔ ایسے مواقع پر اس عاجز کو حاجی عبدالحق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خانواہن بھیجتے تاکہ جملہ رشتہ داروں سے ملاقات ہو جائے اور حضرت قبلہ و کعبہ کی نیک خواہشات ان تک پہنچائی جائیں۔

رشتہ داروں کو تحفہ تحائف

تحفہ دینا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ”تہاد واتحابوا“ ایک دوسرے کو تحفہ دیا کرو اس سے محبت پیدا ہوگی۔ خصوصاً رشتہ داروں کو تحفہ دینا تو اور بھی باعث اجر عظیم ہے اور حصول باری تعالیٰ ہے۔ یہ عاجز جب بھی خانواہن جاتا تو کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور ساتھ لے جانے کا حکم فرماتے۔

رشتہ داروں کی مدد کرنا

حدیث شریف میں کامل مؤمن کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ضرورت مند کی حاجت خوش دلی سے پوری کرے۔ آپ اس سنت پر بھی پوری طرح کاربند رہتے۔ جب بھی کوئی رشتہ دار کسی مشکل وقت میں نقد رقم یا کسی اور قسم کی مدد کے لیے آپ کی خدمت میں آتا تو آپ بغیر حیل و حجت اس کا مطالبہ پورا فرماتے۔ اس عاجز کو اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کے ایک رشتہ دار کو زمین خریدنے کے لیے نقد رقم درکار تھی۔ وہ آپ کے پاس آیا، حالانکہ اس وقت آپ کے پاس مطلوبہ رقم موجود نہیں تھی پھر بھی آپ نے ارشاد فرمایا دو دن بعد آکر لے جائیں۔ چنانچہ آپ نے وہ رقم اپنے ایک معتمد علیہ ساتھی سے ادھار لے کر اپنے عزیز کو عطا فرمائی۔

اپنا آبائی گھر رشتہ داروں کو عطا فرمادیا

آپ کا اپنا آبائی گھر خانواہن میں موجود تھا، وہ گھر آپ کے والد ماجد یادادار رحمۃ اللہ علیہا نے تعمیر کروایا تھا۔ آپ کو اپنا وہ گھر بے حد عزیز تھا، کیونکہ آپ نے اس گھر میں اپنی پیاری نیک و صالحہ پارسا والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے ساتھ بہت اچھے دن گزارے تھے۔ اس گھر سے آپ نے تبلیغ دین کی ابتداء کی، اس گھر میں آپ اپنے پیر و مرشد حضور پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دے کر لائے تھے اور وہ چند دن مسلسل اس میں قیام پذیر رہے۔ آپ اپنے اس گھر میں اکثر تشریف بھی لے جاتے جو کہ بہت اچھی حالت میں موجود تھا۔ آپ کے ایک رشتہ دار نے تمنا ظاہر کی کہ اپنا یہ گھر مجھے دے دیں۔ اس عاجز کو اچھی طرح یاد ہے کافی دن آپ اس بات پر غور فرماتے رہے۔ گھر میں بھی یہ تذکرہ رہا۔ بالآخر محض اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تابعداری کرتے ہوئے آپ نے اپنا وہ گھر بغیر معاوضہ لیے اپنے رشتہ دار کو دے دیا اور بعد میں کبھی اس کا تذکرہ بھی نہ فرمایا کہ ہم نے ایسا کیا۔ جب کہ اس موقع پر بہت سے رشتہ داروں نے آپ کو منع کیا کہ ایسا مت کریں، یہ گھر بہت قیمتی ہے آپ اپنے پاس رکھیں۔

مخلوق خدا سے محبت

حضور جانشور و ہسپتال میں زیر علاج تھے، قریب ہی دوسرے کمرے میں کوئی دوسرا مریض تھا، اچانک ایک رات اس کمرے سے کراہنے اور رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ تھوڑی دیر میں وہاں سے ایک آدمی آیا اور عرض کی

یا حضرت مریض سخت تکلیف میں مبتلا ہے، ڈیوٹی پر کوئی ڈاکٹر بھی نہیں ہے، مہربانی فرما کر آپ چلیں اور مریض کے لیے دعا فرمائیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مجھے سہارا دے کر اٹھائیں، نہ معلوم کتنی دیر سے وہ بیچارہ تکلیف میں ہے، ہم اس کے پاس جائیں گے۔ حالانکہ اس وقت حضور کا تازہ آپریشن ہوا تھا اور آپ کو چلنے پھرنے کی اجازت نہ تھی۔ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب جو وہاں موجود تھے، انہوں نے اس آدمی کو سمجھایا کہ حضور کا آپریشن ہوا ہے اور آپ کو ڈاکٹروں نے اٹھنے سے منع کیا ہے۔ لہذا آپ حضرت صاحب کو چلنے کی تکلیف نہ دیں۔ مگر حضور دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ان کے سہارے مریض کے پاس پہنچے۔ اس وقت حضور قبلہ عالم کی حالت یہ تھی کہ آپ کے پاؤں مبارک زمین سے گھسٹتے آرہے تھے، جسم پر لرزہ طاری تھا۔ آپ نے مریض کے پاس پہنچ کر دعا فرمائی اور واپس اپنے کمرے میں تشریف فرما ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد وہی آدمی پھر حاضر ہوا اور بتایا اب مریض کی حالت بہتر ہے۔

خواتین کے حقوق کا پاس

آج کے دور میں بعض ان پڑھ، دیہاتی اور نا سمجھ لوگ تو عورت کو پاؤں کی جوتی کے برابر سمجھتے ہیں اور حقارت آمیز سلوک روا رکھتے ہیں۔ جیسا کہ شوہر کی جگہ پر یا ساتھ نہیں بیٹھ سکتی، عورت کا جھوٹا پینے سے کتراتے ہیں، بڑے دکھ کی بات ہے کہ اس طرح کی خرابیاں نیک و صالح لوگوں میں بھی موجود ہیں، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بعام تناول فرماتے تھے اور بوٹی پہلے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تناول فرماتیں اور وہی بوٹی بے حد محبت اور شوق سے آپ لے لیتے اور اسی جگہ سے تناول فرماتے ہیں جہاں سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے استعمال کی ہوتی، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اس سنت نبویہ صاحب الصلوٰۃ والسلام پر جو کہ آج تقریباً متروک ہو چکی ہے سیدی مرشدی قلبی و کعبتی حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ خود بھی عمل کرتے رہے اور جماعت اہل ذکر کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے۔

وہ دن بھی عجیب خوبصورت دن تھے جب آپ فقراء کے درمیان نصیحت فرماتے ہوئے ایسی احادیث تفصیل سے بیان فرماتے اور حقوق العباد خصوصاً اہل خانہ کے حقوق ادا کرنے پر زور دیتے۔ ایک مرتبہ حلقہ ذکر کے بعد جملہ خلفاء اور فقراء سے دریافت فرمایا کہ آج رات تم میں سے کس کس نے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر کھانا کھایا ہے۔ شاید کوئی بھی نہیں اٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ خلفاء اس کو کسر شان سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے بزرگ ہیں، لوگ ہماری بڑی تعظیم کرتے ہیں،

باہر ہمارے ہاتھ پاؤں چومے جاتے ہیں، علامہ مولانا کے القاب سے پکارا جاتا ہے، اب ہم اگر بیوی کے ساتھ بلا تکلف رہیں گے اور اس کے ساتھ کھانا کھائیں گے یا کام میں ہاتھ بٹائیں گے ہماری شان کم ہو جائے گی۔ آپ نے اس کو تکبر سے تعبیر فرمایا اور حکم دیا کہ جملہ جماعت اہالیان اللہ آباد اپنی بیویوں کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں، کل بعد نماز فجر پوچھا جائے گا۔ اور پھر دوسرے دن صبح آپ نے باقاعدہ حاضری لی اور تقریباً سب خلفاء و فقراء نے اس سنت پر عمل کیا تھا۔ سبحان اللہ کیا آپ کا انداز تربیت تھا اور کس عمدگی سے ایسی سنتوں پر بھی عمل کرتے اور متعلقین سے بھی عمل کراتے جن سے بڑے بڑے عالم بھی لاپرواہ ہیں۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک

حدیث مبارکہ کے مطابق کہ جب سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالو تاکہ شور بہ زیادہ بنے اور اس سالن میں سے اپنے پڑوسیوں کو بھی پیش کرو، آپ ہمیشہ اپنے پڑوسیوں کو کھانے میں حصہ بھیجتے رہے، خصوصاً اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھتے جب کہ وہ پڑوس میں بھی ہوں تو ان کا حق اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس معاملے میں حد درجہ احتیاط کرتے کہ مبادا ہمارے کسی رویہ سے ہمارے پڑوسی کی دل آزاری ہو۔

یتیموں کے ساتھ شفقت اور محبت

درگاہ اللہ آباد شریف میں ایک پرانے فقیر (متوفی) کی بچی جو کہ شادی شدہ بھی تھی اور صاحب اولاد بھی، اپنے ماموں کے لڑکے سے اس کا بیاہ ہوا تھا۔ اس کی ماں نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد شادی نہیں کی بلکہ اپنے بچوں کی پرورش میں لگی رہی حتیٰ کہ اس کی سب بچیوں کی شادیاں ہو گئیں۔ اس بیوہ عورت کو زینہ اولاد بھی نہیں تھی۔ آخر کار اس کے بھائیوں نے اس کی رضامندی سے شادی کرادی۔ اس کی شادی شدہ بچی اپنی ماں کی شادی پر بہت روئی غمگین ہوئی کہ اب ہماری ماں بھی ہمیں بھلا دے گی۔ باپ تو پہلے ہی وفات پا چکا ہے۔ جب یہ خبر حضرت قبلہ و کعبہ سیدی مرشدی و سلیتی فی الدارین تک پہنچی تو آپ نے اس بچی کو بلوایا اور گھر والوں کے ذریعے پیغام بھیجا کہ تجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے، تو ہمیں اپنے والد کی طرح سمجھ، ہمارے گھر کو اپنا میکا جان۔ آپ نے اسی روز اس یتیم بچی کو گھی آٹا وغیرہ کے ساتھ کپڑے شاید نقد رقم بھی عطا فرمائی۔ آپ ہمیشہ اس یتیم بچی کا خیال رکھتے اور امداد فرماتے تھے۔

جب بھی آپ کو معلوم ہوتا کہ کسی بچے کے والدین میں سے کوئی ایک وفات پا گیا ہے تو اس بچے کو اپنے گھر بلواتے، اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتے۔ (جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے سے اس کے سر پر جتنے بال ہیں اللہ تعالیٰ اتنے گناہ معاف فرمائے گا) اسے رقم، لباس اور بعام کی صورت میں عطا فرماتے۔ قاری غلام حسین صاحب کی اہلیہ بہت نیک، صالح، پارسا خاتون اور تہجد کی بہت پابند تھیں، اس کی وفات ہو گئی جب کہ قاری صاحب کا فرزند (محمد حسین) جو اس وقت الحمد للہ عالم دین اور مبلغ ہے، بہت چھوٹا تھا۔ آپ نے محمد حسین کو اپنے گھر بلوایا اور اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور دعائیں دیں۔

ہمارے نانا محترم سید نصیر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ان بچیوں کو بہت شفقت اور پیار سے نوازا۔ اکثر و بیشتر ان بچیوں کا اور نانا صاحب کی تینوں بیویوں کی ضروریات کا خیال رکھتے رہے۔ ان کو اپنے خاندان کے افراد کی طرح سمجھتے اور چاہتے تھے۔

اپنے مرشد مربی قطب دوران حضرت سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کے اسوہ حسنہ اور صفات کریمانہ کو تحریر کرتے ہوئے دل تڑپ رہا ہے، رورہا ہے کہ ہم نے آپ کے اسوہ مبارکہ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے عین مطابق تھا، کو چھوڑ دیا ہے۔ یارب العالمین ہمیں اور ہماری اولاد و علماء، طلباء و فقراء کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کامل توفیق عطا فرما۔ آمین۔

چیونٹی جیسی کمزور مخلوق کا بھی خیال کرتے تھے

مولانا محمد حسن اوٹھو صاحب بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ نوابشاہ گھر والوں کے علاج کے سلسلے میں تشریف لائے۔ تقریباً آپ کا ۱۰ دن قیام رہا۔ روزانہ بعد نماز عصر حضرت صاحب تفریح کے لیے قاضی احمد موڑ سے گورنمنٹ کالج روڈ پر چہل قدمی کرتے ہوئے چلتے چلتے گورنمنٹ کالج کے سامنے فٹ پاتھ پر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے تھے۔ جب آپ اٹھ کر واپس ہوتے تو اس عاجز کو فرماتے دیکھو کپڑے پر کوئی چیونٹی تو نہیں۔ یہ عاجز دیکھتا تھا، اگر کوئی چیونٹی ہوتی تو اسے اسی جگہ جھاڑ کر واپس چلتے تھے۔ اگر کبھی کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد کوئی چیونٹی نظر آتی تو اس کو واپس اسی جگہ چھوڑنے کے لیے تشریف لے جاتے۔ اس بات سے آپ کا مخلوق علی اللہ سے تعلق

اور محبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ کا یہ عمل مبارک حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کے واقعہ کی یاد دلاتا ہے۔ کہتے ہیں ایک بار شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کسی گاؤں سے گندم خرید کر گھر لائے۔ جب گٹھڑی سر سے اتار کر نیچے رکھی اور کھولی تو اس میں ایک چوٹی کو چلتے دیکھا۔ یہ دیکھ کر سخت پریشان ہو گئے۔ آپ نے دوبارہ گٹھڑی کو باندھ کر سر پر رکھا اور مذکورہ گاؤں میں دوبارہ تشریف لے گئے جہاں سے گندم خریدی تھی۔ وہاں پہنچے، گٹھڑی کھول کر وہاں رکھی، جب چوٹی اپنی مرضی سے گندم سے نکل کر فرش پر چلی گئی تو آپ نے پھر گٹھڑی کو باندھا اور گندم گھر لے کے آئے۔

غیر مسلموں کی سوہناسائیں سے محبت

حضور سوہناسائیں کا آبائی گاؤں خانواہن ہے۔ حضور سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کی اتنی نیک، فقیرانہ چال چلن، ایسا عظیم خلق و محبت سے پیش آنا، اتنی شفقتانہ طبیعت، پرہیزگاری، تقویٰ اور شریعت کی پابندی تھی کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ گھر سے مسجد میں جاتے ہوئے گلی سے گذرتے تو سر پر چادر (جو کہ بعد میں زندگی بھر عموماً ہم نے دیکھی) سے پورا سر ڈھانپ کر نظریں نیچی کر کے ایسے گذر جاتے تھے کہ جیسے کوئی سفید لباس میں ملبوس فرشتہ خدا کے ذکر میں مشغول دلوں کو سرشار کرتا ہوا جاتا ہے۔ ان کی اس حسین سیرت پر مسلمان تو کیا غیر مسلم ہندو بھی واری واری جاتے۔ سوہناسائیں نے جب خانواہن سے دین پور ہجرت کا ارادہ فرمایا تو مسلمانوں نے بڑی عرض گذارشات کیں کہ خدارا ہمیں اکیلا کر کے نہ جائیں۔ مسلمانوں کی محبت کا یہ حال تھا، جب کہ وہاں رہنے والے ہندو مذہب کے افراد اپنے گلے میں کپڑا ڈالے ہوئے آپ کے گھر پر آئے۔ بڑی معافیاں طلب کیں اور عرض کیا کہ ہم سے ایسی کونسی غلطی ہو گئی ہے جو آپ ہمیں چھوڑ کے جارہے ہیں۔ خدا کے لیے یہیں رہیں اور ہمیں یتیم کر کے نہ جائیں۔ سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنی ہجرت کے اسباب بتائے، مگر پھر بھی وہ بضد رہے اور مسلسل روتے رہے۔ حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ جس دن حضور سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ خانواہن سے وداع ہوئے اس دن خانواہن کے باسیوں کا یوں حال تھا جیسے کوئی میت ہو گئی ہو۔

ان چند واقعات سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی محبت، اور سچے سردار سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، خلق خدا پر شفقت اور بندگان خدا سے محبت میں گذری۔ ہم ظاہر بینوں کے سامنے آپ

کی شخصیت کا صرف یہی رخ ہے کہ آپ طالب مولیٰ اور عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، لیکن حقیقت میں آپ مطلوب و معشوق تھے جیسا کہ شاہ عبداللطیف بھٹائی اس سلسلے میں فرماتے ہیں

عاشق سی چئجن، جن تی عاشق پاٹ ٿیو،
اھڙی رنگ رچن، سی عاشق معشوق ٿیا.

اس شعر میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب راز سے پردہ اٹھایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سچا عاشق وہی ہے جس پر معشوق بھی ایک دن عاشق ہو جائے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے کہ عاشق اپنے محبوب یعنی اللہ تعالیٰ کے محبوب (سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے رنگ ڈھنگ کو اختیار کرے، بالکل وہی ادائیں اور ناز انداز اپنائے جس کے بدولت اس سچے عاشق پر محبوب ایک دن خود فدا ہو جائے گا۔ اس شعر کے دوسرے مصرعے میں رنگ کا ذکر کیا ہے۔ یعنی عاشق خود کو اسی رنگ میں رنگنے کے بعد ہی معشوق اور محبوب بنتا ہے۔

دوستو یہ رنگ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا رنگ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ“ فرمادیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ یعنی لوگو! اگر تم اپنے دعوائے محبت میں سچے ہو تو میری محبت کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کرو۔ یہ فریب کاری اور دھوکے کا زمانہ ہے۔ لوگوں سے انسانیت کا جوہر نکل گیا ہے، انسان سے انس کا فور ہو گیا ہے۔ آج انسان انسان کے خون کا پیاسا ہے۔ حیوان اپنے ہم جنسوں کو چیر پھاڑ کر نہیں کھاتے۔ لیکن افسوس انسان انسان کا شکاری بن گیا ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

آدمین اخلاص، متائی مانو کیو،
ھاٹی کائی سپکو، ماٹھو سندو ماس.

ہوس نے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا۔

کاش انسان انسانیت کے مقام کو پہچان کر ایک دوسرے پر ظلم و ستم کرنا چھوڑ دے۔ اپنے حقوق کے ساتھ دوسرے کے حقوق کا تحفظ کرے۔ قبیلہ، قوم، ذات، فرقہ، مذہب کے فرق کے بغیر ہر انسان دوسرے انسان سے اخوت پیدا کرے۔

ایسے اندوہناک حالات میں کامل اولیاء کا وجود انسانیت کی بقاء کی علامت ہے اور عذاب الہی سے اس فانی دنیا میں بچنے کا باعث اور سبب ہے۔ سفید پوشی کا بھرم قائم کرنے سے انسان کامل نہیں بن جاتا۔ اس سلسلے میں محبت کے ساتھ اطاعت خداوندی اور عشق کے ساتھ اتباع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بغیر کسی فرق و امتیاز کے ہر انسان کے ساتھ محبت کرنا ضروری ہے۔ بیشک یہ تمام اوصاف میرے مرشد و مربی میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم کے بیان و شکر کے لیے الفاظ نہیں ملتے کہ جس نے ہمیں ایسے محبوب کی نسبت سے نوازا کہ تن من قربان کر کے بھی اس محبوب کا حق ادا کر سکیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و پر پیدا

ایسے انمول انسان جن پر بنی نوع انسانی کو فخر ہے، ایسے عاشق جن کے صدق کے طفیل یہ دنیا قائم ہے، ایسے فانی فی اللہ و باقی باللہ جن کی زندگی شمع ہدایت، جن کی زندگی دنیا بھر کی زندگی، جن کی ہمت و حوصلے پر اہل اسلام کو فخر، جن کی قربانی قرآن مجید کی ترجمانی، جن کی حیاتی ابدی حیاتی، جو قیامت تک نہ ختم ہونے والی حیاتی ہے۔

مرٹا اڳي جي مٿا، سي مري ٿيا نه مات،
هوندا سي حيات، جيئڻا اڳي جي جيا.

ظاہری طور پر آج ہماری نظروں سے پوشیدہ اس فانی جہاں میں ہم سے دور، ہمیں داغ مفارقت کا دکھ دے کر خود مالک حقیقی کے حضور بہشت کی لذات سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ لیکن آج بھی میرے حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ العزیز کی دربار عالیہ پر فیوض و برکات کا دریا اسی طغیانی سے بہہ رہا ہے۔ آپ کے آستانہ عالیہ اللہ آباد شریف کی دکشی اور رنگینی نہ صرف قائم ہے بلکہ اس کی جاذبیت اور دل ربائی روز بروز افزوں ہے۔ آپ کی خانقاہ عالیہ پر آج بھی

محبت کا سودا لینے والے پوری دنیا سے آتے ہیں اور بامراد ہو کر جاتے ہیں۔ میرے پیر کے آستانہ عالیہ پر حاضری دینے والوں میں دن بدن اضافہ ہے اور یہ مختلف قوموں، مختلف ملکوں مختلف مذہبوں اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔

زیر نظر مجموعہ کے متعلق چند گذارشات

میرے پیر کی دربار پر آنے والے معزز کرم فرماؤں اور راہ سلوک کے مبتدیوں کے لیے دوستوں کے اصرار پر یہ چند معروضات پیش خدمت ہیں، اس امید کے ساتھ کہ خود بھی پڑھیں گے، گھر میں اپنے گھر والوں اور بچوں کو بھی سنائیں اور پڑھنے کی تلقین کریں۔ لیکن اس کے لیے گھر میں دوستانہ ماحول پیدا کریں اور بچوں خصوصاً بچیوں کی تعلیم اور تربیت کا خاص خیال رکھیں۔

- دوستوں کی محفل اور حلقہ ذکر وغیرہ کے بعد یا پہلے فقیروں کی محفل میں پڑھ کر سنائیں۔
- راہ سلوک میں قدم رکھنے والے اس سے ضرور استفادہ کریں اور سنیں لیکن یہ ذہنوں میں ضرور رہے کہ فرائض و واجبات اور ادائیگی عبادات کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا پورا پورا خیال رکھیں، اس میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔ لیکن یہ اس وقت آسان ہو گا جب آپ اپنے مشائخ کی طرح مخلوق خدا سے بلا تفریق محبت کریں۔ یہ حدیث مبارکہ ہمیشہ ذہن میں رہے کہ ”الخلق عیال اللہ“ کے حکم میں تمام مذاہب کے لوگ شامل ہیں۔ جس طرح آپ کو اپنا کنبہ پیارا ہے اسی طرح اللہ عزوجل کو بھی اپنا کنبہ پیارا ہے۔ برے بھلے سب اسی کے ہیں۔ اس طرح کی سوچ و فکر اپنانے سے آپ آسانی سے حسن سلوک کا مظاہرہ کر سکیں گے۔

آخر میں یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ تمام معروضات مشائخ کی معتبر اور مسلم کتابوں سے چن کر آپ تک پہنچانے کی ادنیٰ سی کوشش کی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اگر ہم نے اپنے مشائخ کی تعلیمات قدسیہ کو سمجھا اور ان پر عمل پیرا ہوئے تو ضرور ایک دن آئے گا کہ دوست کا (حقیقی دوست اللہ جل جلالہ) دیدار نصیب ہو گا اور دل جلوہ گاہ دوست بنے گا۔

رب کائنات کے حضور دست بدعا ہیں کہ مشائخ کرام خصوصاً اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے، لغزشوں کو معاف فرمائے، اپنے کرم سے مخلوق کو اس سے فائدہ پہنچائے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِي اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و باریک وسلم

محمد طاہر عباسی بخشی نقشبندی

آستانہ عالیہ اللہ آباد شریف

۲۸ شوال المکرم ۱۴۲۸ ہجری

بمطابق ۱۰ نومبر ۲۰۰۷ء

بسم الله الرحمن الرحيم

تصوف و طریقت

ضرورتِ تصوف

بنیادی طور پر نفس انسان کو نیک کاموں سے روکتا اور برائیوں پر اکساتا ہے۔ **إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ** (بے شک نفس برائی کا حکم دیتا ہے مگر جس پر میرے رب نے رحم فرمایا)۔ بلاشبہ نفس انسان کو جھوٹ، فریب، حسد، دھوکہ دہی، قتل و غارت گری جیسی برائیوں پر آمادہ کرتا ہے، اور جو انسان اسکا کہا مانتا ہے وہ عند اللہ ناکام و نامراد ہو جاتا ہے۔ جبکہ وہ خوش قسمت انسان ہے جو اسکا کہا نہیں مانتا، بلکہ نفس کو اپنے زیرِ کر لیتا ہے اور تمام اخلاقی آلائشوں سے پاک رہتا ہے اور احکام الہی کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ اس طرح وہ کامیاب و کامران ہو جاتا ہے۔ ارشاد الہی ہے: **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهُ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهُ** (بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے نفس کو پاک کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا دیا)۔

نفسانی عیوب: عیب تین قسم کے ہیں۔ 1- بد عقائد 2- بد اعمال 3- غفلت۔ ان ہی پر انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دار و مدار ہے۔ تصوف و سلوک کے ذریعے ایک سالک ان عیبوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ فرماتے ہیں ہمارے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا مدار تین چیزوں پر ہے۔ اول اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدوں پر پختہ ہونا، دوم دوام حضور، سوم عبادت۔ جس کسی نے ان تینوں میں سے ایک میں بھی کوتاہی کی تو وہ ہمارے طریقہ عالیہ سے نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ عزت دیکر پھر ذلیل نہ کرے اور قبول کر کے رو نہ کرے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

مقصود از سلوک طریق صوفیہ حصول از یاد یقین است بمعتقدات شرعیہ کہ حقیقت ایمان است و نیز حصول سیر است در احکام فقہیہ نہ امر دیگر و رائے آں۔

ترجمہ: صوفیاء کے طریقہ پر چلنے کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کے عقائد پر یقین میں اضافہ ہو جو کہ ایمان کی حقیقت ہے، ساتھ ہی فقہی احکام یعنی نماز روزہ وغیرہ ادا کرنے میں آسانی پیدا ہو (اسلئے کہ شیخ کامل کی صحبت کی برکت سے اعمال صالحہ کا شوق پیدا ہوتا ہے) اسکے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں۔

اسی موضوع پر مولانا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں: ان حضرات کے نزدیک تصوف کا مفہوم محض اس قدر تھا کہ اتباع کتاب و سنت میں انتہائی سعی کی جائے، اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دلیل راہ رکھا جائے اور اوامر و نواہی کی تعمیل کی جائے، طاعات و عبادات کو مقصودِ حیات سمجھا جائے، قلب کو محبت و تعلق ماسوا سے الگ کیا جائے، نفس کو خشیت الہی سے مغلوب کیا جائے اور صفائی معاملات و تزکیہ باطن میں جہد و سعی کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہونے پائے۔

برصغیر پاک و ہند کے مشہور عالم و عارف حضرت الحاج فقیر اللہ علوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ جن کی بین الاقوامی شہرت یافتہ کتاب ”قطب الارشاد“ کے متعلق ولی کامل مرشدی حضرت سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتاب حضرت امام غزالی قدس سرہ کی مشہور و معروف کتاب احیاء علوم الدین کے پائے کی کتاب ہے، کتاب مذکور کے صفحہ نمبر 532 میں فرماتے ہیں۔

<p>بلاشبہ علماء متکلمین، فقہاء، محدثین، مجتہدین، صوفیاء کرام خواہ توحید و جودی کے قائل ہوں یا توحید شہودی کے قائل، سبھی کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ صوفیاء کرام کا طریقہ بارگاہ الہی تک پہنچنے کا درست ترین طریقہ ہے جو کہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ گمراہی اور بدعتوں سے خالی ہے۔</p>	<p>إِنَّ الْعُلَمَاءَ مِنَ الْمُتَكَلِّمِينَ وَالْفُقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِينَ الْمُجْتَهِدِينَ وَالصُّوفِيَّةَ الْوُجُودِيَّةَ وَالشُّهُودِيَّةَ أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ طَرِيقَ الصُّوفِيَّةِ أَصَوَّبُ الطَّرِيقِ إِلَى اللَّهِ دَائِرٌ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ خَالٍ عَنِ الْبِدْعِ وَالضَّلَالِ۔</p>
--	---

اسی صفحہ میں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں حضرت الحاج فقیر اللہ علوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب **الْمُنْقِذُ مِنَ الضَّلَالِ** میں مذکور آپ بیتی ان ہی کی زبانی نقل کی ہے۔

<p>میں نے یقین سے جان لیا ہے کہ بلاشبہ صوفیاء کرام ہی خدا تعالیٰ کے راستے پر گامزن ہیں اور ان کی سیرت احسن سیرت ہے اور انکا طریقہ تمام دوسرے طریقوں سے بہتر طریقہ ہے اور انکے اخلاق تمام اخلاق میں عمدہ ہیں اور انکے حرکات و سکنات ظاہر میں اور باطن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر سے اخذ کیے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ روئے زمین پر نور نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نور ہے ہی نہیں جس سے روشنی حاصل کی جاسکے۔</p>	<p>عَلِمْتُ يَقِينًا أَنَّ الصُّوفِيَّةَ هُمُ السَّالِكُونَ لِطَرِيقِ اللَّهِ خَاصَّةً وَأَنَّ سَيْرَتَهُمْ أَحْسَنُ السَّيْرِ وَطَرِيقَهُمْ أَصَوَّبُ الطَّرِيقِ وَأَخْلَاقُهُمْ أَزْكَى الْأَخْلَاقِ فَإِنَّ حَرَكَاتَهُمْ وَسَكَنَاتَهُمْ فِي ظَاهِرِهِمْ وَبَاطِنِهِمْ مُقْتَبَسَةٌ مِنْ مَشْكُوتِ النُّبُوَّةِ وَلَيْسَ وَرَاءَ النُّبُوَّةِ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ نُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ۔</p>
---	---

جیسا کہ حضرت علوی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا کہ تصوف و طریقت قربِ الہی کے حصول کا ذریعہ ہیں، کوئی اور منزل مقصود نہیں ہے۔ سالک کی آخری منزل معرفت اور قربِ خداوندی ہے جس کے حصول کے لیے صوفیائے کرام نے مختلف ادوار و اوقات میں مختلف ذرائع و اسباب سے استفادہ کیا ہے، اختصار کے پیش نظر ہم یہاں صرف وہ اصول و ضوابط تحریر کریں گے جو ہمارے مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں معمول و مروج ہیں۔

ضرورتِ مرشدِ کامل

مرشدِ کامل جو عالم ربانی ہی ہوتا ہے، کی صحبت اور تربیت کیوں ضروری ہے اس موضوع پر حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

<p>اے محترم! انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ بارگاہِ قدس میں ہی پہنچنا ہے، لیکن چونکہ مرید شروع میں بہت سے تعلقات سے وابستہ ہونے کی وجہ سے انتہائی میلے پن اور پستی میں ہوتا ہے، جبکہ ذات</p>	<p>مخدوم مقصدِ اقصیٰ و مطلبِ اسٹی وصولِ بجنابِ قدسِ خداوند است جلّ سلطانہ لیکن چوں طالب در ابتدا بواسطہ تعلقاتِ شئی</p>
--	---

در کمال تدنّس و تنزّل است و جنابِ قدس او تعالیٰ در نہایت تنزّہ و ترفع و مناسبتی کہ سبب افاضہ و استفاضہ است در میانِ مطلوب و طالب مسلوب است لا جرم از پیرِ راہ دان، راہ بین چارہ نبود کہ بر رخ بود و از ہر دو طرف حظّ وافر دارد تا واسطہ وصول طالب با مطلوب گردد۔

باری تعالیٰ انتہائی پاکیزہ اور بہت بلند ہے۔ اس لیے فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کے لیے طالب اور مطلوب کے درمیان جو مناسبت چاہیے وہ موجود نہیں، لہذا اسکے راستہ سے باخبر اور راستہ کو صحیح دیکھنے والے پیر کامل کے سوا کوئی چارہ نہیں جو درمیان میں واسطہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے قرب اور عام انسانوں سے رابطہ رکھتا ہو تاکہ وہ مطلوب کے ساتھ طالب کے وصول کا ذریعہ بنے۔

(مکتوب ۱۶۹ دفتر اول حصہ سوم)

علامات مرشد کامل

تصوف و طریقت کے ضمن میں تو شیخ کامل کی علامات کا ذکر اجمالاً ہوا، تاہم یہاں مزید وضاحت سے مرشد کامل کی علامات بیان کی جاتی ہیں تاکہ کوئی لاعلم نووارد شخص پیر و مرشد کے نام پر کسی رسمی پیر کے ہتھے نہ چڑھ جائے، جس سے اسے بجائے فائدہ کے نقصان ہو۔ اس اہم موضوع پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور شیخ حضرت حاجی دوست محمد قدھاری قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

ولی کی پہلی علامت یہ ہے کہ عقائد کے لحاظ سے مکمل سنی ہو، بالفاظہ علامتِ ولی آن است کہ اولاً بر اعتقاد اہل سنت و جماعہ معتقد و راسخ باشد۔

ترجمہ: ولی کی علامت یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ اہل سنت و الجماعہ کے پختہ عقائد رکھتا ہو۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بھی خواجہ جمال الدین حسین علیہ الرحمۃ کے نام تحریر کردہ اپنے مکتوب میں مرضیات حق جلّ تعالیٰ سبحانہ یعنی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ امور میں عقائد اہل السنۃ کو سرفہرست ذکر کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا۔

سب سے پہلے اپنے عقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق بنانے کو ضروری سمجھیں۔ دوسرا شرعی فقہی احکام کے مطابق عمل کریں۔ تیسرا صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلیں۔ جس شخص کو بھی ان کاموں کی توفیق حاصل ہوئی اسے بڑی کامیابی حاصل ہو گئی اور جو اس سے محروم رہا وہ بڑے خسارے میں مبتلا ہو گیا۔

اولاً تصحیح عقائد بمقتضائے آرائے صائبہ اہل السنۃ وجماعۃ
شکراً للہ تعالیٰ سَعَّیْهُمْ لَازِم داند، ثانیاً عمل بموجب احکام
شرعیہ فقہیہ و ثالثاً سلوک طریقہ عالیہ صوفیہ قدس اللہ
تعالیٰ اسرار ہم وَمَنْ وَفَّقَ لِهَذَا فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا وَمَنْ
تَخَلَّفَ عَنْ هَذَا فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا اَنَا مُبِیِّنَا

(مکتوب ۷۷ دفتر اول حصہ سوم)

حضرت حاجی دوست محمد قندھاری علیہ الرحمۃ نے امر ثالث کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

صوفیائے کرام کے بیان کردہ مقامات عشرہ: توبہ یعنی رجوع
الی اللہ، زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی، پرہیزگاری، صبر و شکر،
توکل، تسلیم و رضا اجمالاً یا تفصیلاً حاصل کر چکا ہو، نیز اس کی
صحبت میں یہ تاثیر ہو کہ جو اس کی ہم نشینی اختیار کرے اس
کا دل دنیا اور دنیا داروں سے لا تعلق ہو جائے اور اسکے ہم
نشینوں کے دلوں سے غفلت دور ہو جائے، نیز وہ بزرگ
اپنے آپ کو جمیع مخلوقات سے کم تر بلکہ بدتر جانتا ہو۔ اپنی
تعریف خود نہ کرے اور وہ اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ
مثلاً تواضع، علم، برداشت و بردباری، مروت و سخاوت اور
خندہ پیشانی، خوش خلقی، سچائی، عجز و انکساری، سے موصوف
ہو۔ دل آزاری سے حتی الوسع دور رہتا ہو۔ حرام مشتبہ اور
مکروہ سے پرہیز جیسے اوصاف سے موصوف ہو۔ غرضیکہ وہ
تمام اچھے اعمال سے آراستہ ہو اور تمام امور میں نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے متخلق ہو۔ پھر ایسے شخص کی

مقامات عشرہ صوفیہ علیہم الرحمۃ چنانچہ توبہ و انابہ و زہد و
ورع و صبر و شکر و توکل و تسلیم و رضا اجمالاً یا تفصیلاً حاصل
نمودہ باشد و ایضاً صحبت اور اثرے و تاثیرے باشد کہ
محبت دنیا و اہل دنیا بردل ہم نشینان او سر شود و غفلت از
ہم صحبتان وے بر طرف گردد، و همان ولی مذکور خود را از
جمیع مخلوقات کم تر و بدتر داند نہ آنکہ ثنائے خود بزبان خود
کند و باخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ از تواضع و علم و تحمل و
بردباری و مروت و نفوت و سخاوت و تازہ روی و نیک خلقی و
راستی و عجز و نیاز و کم آزاری و پرہیزگاری از حرام و مشتبہ و
مکروہ موصوف باشد۔

الغرض باتیان تمامی اعمال خیر آراستہ باشد و در جمیع امور
باخلاق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم متخلق بود، پس صحبت
ایں چنین شخص نعمتے است عظمیٰ و دولتے است کبریٰ۔

(مکتوب 19 صفحہ نمبر) | صحبت نعمۂ عظمیٰ ہے اور بہت بڑی دولت۔

کامل ولی کی اہم علامات

قرآن و سنت کا عالم ہو، گو کسی مدرسہ سے فارغ التحصیل عالم نہ ہو لیکن بقدر ضرورت قرآن مجید کے معانی اور کسی حد تک احادیث مبارکہ جانتا ہو۔ فقہی مسائل سے پوری طرح واقف ہو۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ پیرو مرشد کا اصل منصب ہی یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کا امر کرے جن کا شریعت نے حکم دیا ہے مثلاً نماز، روزہ، صبر و شکر، قناعت، توکل و تقویٰ کی تلقین کرے اور جن امور سے قرآن و حدیث نے روکا ہے مثلاً جھوٹ، غیبت چوری وغیرہ ان سے لوگوں کو روکے اور یہ تب ہی ممکن ہو گا جب وہ خود ان چیزوں سے باخبر ہوگا، ورنہ ”آنکس کہ خود گم است کرار ہبری کند“ کہ جو خود راستہ سے بھٹکا ہوا ہو وہ کسی اور کو کیا راستہ دکھائیگا۔ اور اس کے ساتھ مریدین کی تربیت حسن اخلاق و محبت سے کرے۔ ارشاد الہی ہے ”أَدْعُمْنِي سَبِيلَ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ“

متقی و پرہیزگار ہو یعنی کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہو اور صغیرہ گناہ اگر اتفاقاً سرزد ہو جائے تو اس پر اصرار نہ کرے، جلدی سے توبہ و رجوع الی اللہ کرے۔ دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر رکھتا ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیوی کام کاج ہی نہ کرتا ہو، جائز و حلال طریقہ پر جتنا چاہے دنیوی کام بے شک کرے لیکن اسکی وجہ سے آخرت کے معاملہ میں کوتاہی نہ کرتا ہو۔ اعمال صالحہ شوق سے کرتا ہو اور دل سے ہمہ وقت متوجہ الی اللہ رہتا ہو، خواہ بظاہر کتنا ہی وقت دنیوی کاموں میں مصروف رہتا ہو۔ کسی شیخ کامل کی صحبت ادب و محبت سے اختیار کی ہو اور اس سے باطنی نور حاصل کیا ہو۔ یہ اس لیے لازم ہے کہ قدیم سے سنتہ النبیہ ہے کہ ”إِنَّ الرَّجُلَ لَا يَصْلَحُ إِلَّا إِذَا رَأَى الْمُصْلِحِينَ“ کہ نیک لوگوں کو دیکھ کر ہی کوئی آدمی فلاح پاسکتا ہے۔ یہ بعینہ اسی طرح ہے جیسے کوئی علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو علماء کی صحبت اختیار کرتا ہے۔

مریدین کے مال و ملکیت میں طمع و لالچ نہ رکھتا ہو اور نہ یہ چاہے کہ کوئی میری تعریف یا تعظیم کرے۔ مریدوں کی صلاحیتوں سے باخبر ہو اور استعداد و صلاحیت کے مطابق انکی تربیت کرے۔ اگر خدا نہ خواستہ کسی ناقص پیر کے حضور سے اس کے پاس کوئی مرید آجائے تو حکیم حاذق کی طرح پہلے اس کے مرض کی تشخیص کرے، اس کے بعد دوائی دے۔ اخلاقی کمزوریوں کو سمجھ کر تلقین کے ذریعے اسکی اصلاح کرے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ ناقص پیر جس نے خود

سلوک کی تکمیل نہیں کی اور جذبہ کے مقام پر نہیں پہنچا، اس کی صحبت زہر قاتل ہے اور اسکی طرف رجوع کرنا مرض مہلک ہے۔ ایسے پیر کی صحبت سے بلند استعداد رکھنے والے مرید کی صلاحیتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ سلوک کی تکمیل صرف شیخ کامل مکمل کرا سکتا ہے۔ لہذا ناقص پیر سے طریقت کی تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں اور نہ اس سے جس کے آباء واجداد تو کامل و مکمل ولی تھے لیکن یہ انکی راہ پر نہیں چلا۔ اس لیے اس میں وہ صلاحیت نہیں ہے۔

فضیلت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام مسالک برحق ہیں۔ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور دوسرے طریقے، انکے مشائخ قابل قدر و قابل تعظیم ہیں۔ لیکن صوفیائے کرام کے دوسرے سلاسل طریقت سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کو کئی وجوہ سے فضیلت حاصل ہے۔

اول: اس سلسلہ کی ابتدا میں ذکر قلبی ہے، جس میں جذب ربانی ہے۔ جبکہ ذکر ربانی میں سلوک ہے۔ جذب اور سلوک دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ سلوک میں بندہ ذکر اذکار اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے خدا تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، جبکہ جذب میں جو کہ ذکر قلبی کے ذریعے پیدا ہوتا ہے، خدا خود بندہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

مولانا عبد الرحمن جامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند

کہ برند از رہ پناہ بحر قافلہ را

از دل سالک رہ جاذبہ صحبتناں

می برد و سوسہ خلوت و فکر چلہ را

(حضرات نقشبند عجب قافلہ کے سالار ہیں کہ اپنے متعلقین کو پوشیدہ طریقہ سے بارگاہ الہی تک لیجاتے ہیں۔ انکی صحبت کی کشش سالک کے دل سے خلوت کے خیال اور چلہ کشی کے فکر کو ختم کر دیتی ہے۔)

دوم: سلسلہ نقشبندیہ کی فضیلت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کی ترقی و کمال کا تمام تر انحصار اتباع سنت پر ہے اور قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق محبوبیت الہی کے مقام پر فائز ہونے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ**۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بتائیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تمہیں اپنا دوست بنائے گا۔

سوم: سلسلہ نقشبندیہ کے اقرب طرق یعنی خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا سب سے نزدیکی راستہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا وسیلہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔ ظاہر ہے وسیلہ جس قدر قوی ہوگا راستہ اتنی ہی جلدی اور آسانی سے طے ہوگا۔

چہارم: جہاں پر دوسرے طریقوں کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے اس طریقہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس طرح یہ طریقہ وصول الی اللہ کا قریب ترین راستہ ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد منور الف ثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: ”مشائخ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ابتداء سیر از عالم امر اختیار کردہ اند۔۔۔ تا۔۔۔ مندرج گشت۔“

ترجمہ: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے سیر باطنی کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے، عالم خلق کو اسی کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے مشائخ کے کہ وہ سیر کی ابتدا عالم خلق سے کرتے ہیں اور وہ عالم خلق طے کر لینے کے بعد ہی عالم امر میں قدم رکھتے اور مقام جذبہ میں پہنچتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ طریقہ نقشبندیہ تمام طریقوں سے اقرب ہے اور یقینی طور پر دوسروں کی انتہا اسکی ابتدا میں ہے۔

اسی موضوع پر حضرت خواجہ احمد سعید فاروقی قدس سرہ لکھتے ہیں ”اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ سے لو لگانے کی کمی ہو گئی ہے، اس لیے صوفیائے نقشبند ایسے طالب کو پہلے ذکر قلبی کا طریقہ سکھاتے ہیں اور بجائے ریاضات و مجاہدات شاقہ کے عبادات کا حکم فرماتے ہیں اور تمام حالات میں اعتدال قائم رکھتے ہیں اور ان نقشبندی صوفیائے کرام کی توجہات دوسروں کی کئی چلہ کش توجہات سے بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہیں اور طالبوں کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور بدعت

سے اجتناب کا حکم فرماتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے ان کے حق میں رخصت پر عمل تجویز نہیں فرماتے۔ اسی لیے ان بزرگوں نے ذکر خفی کو اپنا طریقہ اختیار فرمایا۔

تعلیمات مشائخ نقشبند

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہ اپنے ایک مختصر و جامع مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: فقیر حقیر لاشیٰ دوست محمد غنی عنہ کی طرف سے شوق و محبت میں پُر سلام مسنونہ کے بعد دوستوں کے لیے نصیحتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ طریقہ صوفیہ کی ترویج اور اجازت کے لیے یہ شرط ہے کہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے احکام پر ظاہری اور باطنی طور پر پوری طرح استقامت سے عمل کیا جائے اور حتیٰ الوسعِ ذرہ برابر بھی حدود شریعہ سے تجاوز نہ کیا جائے۔ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر و مراقبہ میں مشغول رہیں۔ کم بولنا، کم سونا، کم کھانا چاہیے۔ توبہ، دنیا سے بے رغبتی، صبر، قناعت، توکل، شکر، خوفِ خدا، تسلیم و رضا کی صفیں ہونی چاہئیں۔ عام لوگوں کی طرح کشف و کرامت اور خلافِ عادت ظاہر ہونے والی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔ اپنی ذات اور جملہ مخلوق سے امیدیں وابستہ نہ رکھی جائیں، مریدوں کے مال میں کوئی طمع نہ ہونی چاہئے۔ لوگوں کے عزت و احترام دینے یا رد کرنے کی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔ دنیا اور دنیا داروں سے پرہیز کی جائے اور علماء اور فقراء کی خدمت جان و مال اور تن سے کی جائے۔ مخلوق خدا کی غیبت اور مذمت سے اجتناب کیا جائے۔ یہی شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اجمالی بیان ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِزْمِرْنَا مُتَابِعَةً حَبِيبِكَ فِعْلًا وَقَوْلًا وَاعْتِقَادًا، اَوَّلًا وَاٰخِرًا، ظَاهِرًا وَبَاطِنًا۔

بیعت

تصوف کی راہ میں بیعت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بغیر کامل فائدے کا حصول ناممکن ہے اور یہ قرآن حکیم و احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ **اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَیْعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَیْعُوْنَ**

اللہ۔ تحقیق وہ لوگ جو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ خدا تبارک و تعالیٰ کی بیعت کرتے ہیں۔

بیعت کی معنی

بیعت کی لغوی معنی حوالے کرنا، سپرد کرنا، فروخت کرنا کی جاتی ہے۔ تصوف میں مرید کا اپنے شیخ کامل کے ہاتھ پر اپنے نفس کو سپرد کرنے اور فروخت کرنے کا نام بیعت ہے۔ یعنی اپنے تمام تر ارادوں و اختیارات اور خواہشات نفسانی کو ختم کر کے خود کو شیخ کامل کے حوالے کر دے اور راہ سلوک میں اس کی رضا و منشا کے خلاف کوئی بھی قدم نہ اٹھائے۔ اور اگر اس کے بعض احکام مرید کو صحیح معلوم نہ ہوں تو اس کو اپنے عقل کا قصور سمجھے اور ان افعال و اقوال کو افعال خضر علیہ السلام کے مثل سمجھے۔ گویا کہ اپنے شیخ کے ہاتھوں میں مردہ بدست زندہ بن کر رہے۔ اس کو ہی بیعت سالکین کہا جاتا ہے اور یہی مقصود مشائخ مرشدین ہے اور یہی وہ راستہ ہے جو خدائے عز و جل تک آسانی سے رسائی حاصل کرواتا ہے۔ یہی بیعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے لی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ ہر آسانی و دشواری، ہر خوشی و ناگواری میں حکم سن کے قبول کریں گے اور اس حکم کی اطاعت کاملہ کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چوں چرا نہیں کریں گے۔ شیخ کامل کا حکم بھی درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہی ہوتا ہے، کیونکہ ولی کامل نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے اور ولی کامل کی تعریف ہی یہی ہے کہ جو کامل طریقے سے اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند ہو۔ تو اس کا کوئی بھی حکم شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں ہوگا، اس طرح شیخ کامل کا حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ کا حکم ہے اور اللہ عز و جل کے حکم میں مجال دم روا نہیں۔

بیعت کی حیثیت و اہمیت

ائمہ دین اور مشائخ طریق کا اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا بیعت فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا مستحب۔ جو افراد بیعت کو فرض کا درجہ دیتے ہیں وہ اپنے موقف کے لیے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کو دلیل بتاتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

ترجمہ: اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور خدا تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

دوسری آیت میں ہے **وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيْنَا** اور اس شخص کے راستے کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کرتا ہو۔

چونکہ مذکورہ دونوں آیات میں امر کا صیغہ لایا گیا ہے، اس لیے بیعت کو فرض سمجھا گیا اور اس کے ساتھ جب بیعت علم الاحسان کا دروازہ ہے تو اس کی فرضیت میں کیا شبہ ہے کیونکہ یہی عبادات کا مغز ہے۔

بعض مفسرین کرام جو وجوب بیعت کے قائل ہیں انہیں دو مذکورہ آیات کی تفسیر کرتے لکھتے ہیں کہ صیغہ امر وجوب کی تعریف میں آتا ہے اور اگر بیعت فرض ہوتی تو اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا، حالانکہ علماء کا اتفاق ہے کہ بیعت سے انکار کرنے والا کافر نہیں ہے۔ اکثر علماء کا یہ خیال ہے کہ صیغہ امر سے مراد استحباب ہے، دلیل کے طور پر کہتے ہیں کہ اگر بیعت فرض یا واجب ہوتی تو اس کے ترک کرنے والے کے لیے شارع علیہ السلام کے طرف سے کوئی وعید ہوتا اور اس کو ترک کرنے والا فاسق ہو جاتا مگر شریعت میں ایسا کوئی امر نہیں ہے اور طریقت شریعت کی ہی تابع ہے۔

بیعت کا سنت ہونا

احادیث مشہور میں نقل کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کرتے تھے۔ اکثر ارکان اسلام پر استقامت کے لیے بیعت کرتے تھے۔ کبھی معرکوں میں ثابت قدم رہنے کے لیے، کبھی ہجرت کے لیے تو کبھی جہاد کے لیے جیسے بیعت رضوان۔ قرآن کریم میں ان بیعتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ سورہ فتح میں ارشاد ہے

ترجمہ: جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ عزوجل کی بیعت کر رہے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ پھر جو شخص بیعت کو توڑے گا تو بیعت توڑنے کا وبال اسی پر ہوگا، اور جو شخص

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ
اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ
فِي بَيْعَاتِهِ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى

بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَسِيَّتِيهِ
أَجْرًا عَظِيمًا ۝

آیت ۱۰ سورہ الفتح

اس عہد کو پورا کرے گا جس کا بیعت کے وقت خدا سے وعدہ کیا تھا تو خدائے
عزوجل جلد اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ
تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ
السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝
(سورہ فتح آیت ۱۸) فرمائی۔

ترجمہ: بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ مؤمنین سے راضی ہوا جب یہ لوگ
درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے اور جو کچھ ان کے قلوب میں
تھا وہ اللہ کو معلوم تھا سو اللہ نے ان پر اطمینان نازل فرمایا اور قریبی فتح عطا

ان تمام تر آیات و دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیعت سنت ہے اور نہ صرف مردوں کے لیے بلکہ
عورتوں کیلئے بھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین و ائمہ ہادین و مشائخ عظام نے اس سنت کو
جاری و رائج رکھا اور خواتین کو باپردہ بیعت سے نوازتے رہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیعت سنت ہے اور اس کی تاکید
بھی ہے۔

بیعت کا فائدہ

صاحب عوارف المعارف لکھتے ہیں کہ شیخ کے زیر حکم ہونا اللہ اور اس کے رسول کے زیر حکم ہونا ہے اور اس
سنت کو وہی زندہ کرتا ہے جس نے اپنے جسم و روح کو شیخ کے حوالے کر دیا اور اپنے ارادے سے نکل آیا اور اپنا اختیار چھوڑ
کر شیخ میں فنا ہو گیا۔ غرضیکہ بیعت فلاح باطنی کے لیے ہے جس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ اپنے اندر کو خراب و پلید چیزوں
سے پاک کر کے اسے روشن کیا جائے اور اپنے دل سے شرک خفی کو نکالا جائے۔ تو جب بھی کوئی مرید نیت صحیحہ و
اخلاص کے ساتھ اپنے شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اور اس کی صحبت میں رہ کر تمام آداب کو بجالاتا ہے تو شیخ کامل کی
باطنی نظر سے روحانی فیوض و برکات اس مرید کے قلب و باطن میں سرایت کر جاتے ہیں اور مرید کا باطن روشن و منور
ہو جاتا ہے۔ اس روحانی و باطنی انوار و تجلیات کا حصول شیخ کامل کی محبت و صحبت پر ہی منحصر ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب

مرید شیخ کامل کی خدمت و صحبت میں حاضری کے وقت اپنے قلب و روح کو تمام تر توجہ کے ساتھ پیر کی طرف مرکوز رکھے تاکہ شیخ کامل کی پاکیزہ فطرت و وظائف باطنی کے تناسب سے مرید کے اندر بھی روحانی ربط و ضبط بڑھتا رہے اور وہ عروج حاصل کرتا ہو اخدا کا قرب حاصل کر لے۔ مگر سالک ہمیشہ یہ یاد رکھے کہ ان تمام منازل روحانی کا دار و مدار شیخ کامل کی بیعت و صحبت میں ہی منحصر ہے۔

صحبت شیخ

جب یہ واضح ہوا کہ روح کی پاکیزگی و طہارت اور باطن کی ترقی اور خدائے عز و جل کے قرب کو حاصل کرنے کے لیے بیعت شیخ و صحبت شیخ ایک اہم ذریعہ ہے۔ اب ضروری یہ ہے کہ صحبت شیخ کی اہمیت و مقام کو پہچانا جائے تاکہ کامل طریقے سے مطلوبہ فوائد کو حاصل کیا جائے۔ سالک جب پیر کی صحبت میں حاضر ہو تو اپنے روح و قلب کو پیر کی طرف ہی متوجہ رکھے۔ کیونکہ پیر اپنی توجہ سے سالک کو فیض پہنچاتا ہے۔ اگر مرید باطنی طرح پیر کی طرف متوجہ نہ ہوگا تو اس کے حصے کا فیض کسی دوسرے مشتاق و متوجہ مرید کو حاصل ہو جائے گا کیونکہ مرید کی باطنی بے توجہی شیخ کامل کو اس کی طرف سے بے رغبت کر دیتی ہے اور شیخ کامل مشتاق و متوجہ شخص کو اپنی توجہات سے نواز دیتا ہے۔ اس لیے صحبت میں بے توجہی سے بیٹھنا اپنے آپ کو محروم کر دینا ہے۔

امام ربانی مجدد و منور الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ صحبت مرشد سے استفادہ حاصل کرنے کے بارے میں حکیم عبد الوہاب کو لکھتے ہیں کہ اولیاء کے پاس خالی ہو کر آنا چاہیے تاکہ بھرے ہوئے واپس جائیں، اور اپنی مفلسی کو ظاہر کرنا چاہیے تاکہ ان کو شفقت آئے اور مرید کے لیے فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھل جائے۔ سیر آنا اور سیر چلے جانا کچھ مزا نہیں دیتا، کیونکہ پر شکمی کا پھل بیماری کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ استغناء و بے پرواہی سے سوائے سرکشی کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

امام ربانی علیہ الرحمۃ کے اس مکتوب مبارک سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پیر کی صحبت میں ہمیشہ اپنے باطن و قلب کی طرف مکمل دھیان رکھا جائے اور ان کی صفائی و درستگی کے لیے کوشاں رہا جائے۔ وہاں موجود دیگر سالکین، ذاکرین و شاعلیں کی نگرانی نہ کرتا پھرے، اور اس کے علاوہ پیر کی صحبت میں یا اس کی درگاہ و خانقاہ میں کسی بھی ایسے فعل و قول سے

دور رہے جس سے وہاں پر موجود کسی بھی شخص کو تکلیف یا ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ پیر کے سامنے کبھی بھی فضول اور لالچی بات نہ کرنی چاہیے کیونکہ اکثر اوقات اس طرح کی باتوں سے شیخ کامل کے قلب میں کلفت یعنی ناراضگی پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے جو کہ مرید کی ترقی کے لیے نہایت نقصان دہ چیز ہے۔ اس کے علاوہ مرید کو یہ بات بھی سمجھنی چاہیے کہ صرف دو ریٹھے فون یا خط کے ذریعے پیر کو اپنے واقعات و حالات سے آگاہ رکھنا فائدہ مند نہیں، بلکہ صحبت شیخ میں حاضری ضروری و لازمی چیز ہے۔ صحبت شیخ کے بغیر مرید کو نفع بخش چیزیں حاصل نہیں ہو سکیں گی۔ اگر صحبت شیخ کے بغیر کوئی بھی مرید لاکھ اور دو وظائف میں مصروف رہے تب بھی کچھ نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خدائے عزوجل کا طریقہ عطایہ ہے کہ وہ نفع، انعام و فیض ہمیشہ وسیلے سے ہی جاری فرماتا ہے۔ اس لیے مرید کے لیے لازم ہے کہ نہ صرف صحبت میں آمد و رفت کو ضروری سمجھے بلکہ اس میں کثرت کو لازم رکھے۔

حضرت خواجہ غریب نواز پیر مٹھار حمت پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات مبارک میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحبت شیخ میں اس قدر آمد و رفت ہو کہ پیر کے وطن کو اپنا وطن اور گھر سمجھنے لگے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اولیائے کاملین نے صحبت شیخ کے لیے محبت شیخ کو شرط اول قرار دیا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر الفت و محبت کے بغیر سالہا سال صحبت رہے تو بھی کوئی فائدہ برآمد نہ ہوگا۔ اس لیے مرید پر لازم ہے کہ فائدہ کے حصول کے لیے کامل محبت، مکمل توجہ اور یکسوئی کے ساتھ پیر کی صحبت میں حاضری دے۔ اسی طرح ہی مرید اس نظر کیمیا کا مستحق ہو سکے گا جو تمام عمر کے لیے سعادت بن جائے گی۔ اسی لیے ہمیشہ مشتاق بن کر محبت کی حق ادائیگی بجالانی چاہیے تاکہ اس نظر کیمیا کا مستحق بن پائے۔

ذکر کرنے کا طریقہ

ذکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں جانب سینے کے اندر انسان کا دل واقع ہے۔ اس دل میں ذکر اسم ذات اللہ کا خیال رکھا جائے۔ جس طرح ہمیں پیاس لگتی ہے تو ہمارا خیال پانی کی طرف ہو جاتا ہے۔ مگر ہم زبان سے پانی پانی کا لفظ نہیں پکارتے۔ بس خیال سارا پانی کی طرف رہتا ہے۔ تو جس طرح پیاس آدمی کا خیال و توجہ پانی کی طرف رہتا ہے اسی طرح یہ خیال دل میں پکانا چاہیے کہ میرا دل اللہ اللہ پکار رہا ہے۔ اس دوران زبان خاموش رہے بلکہ بہتر ہے کہ تالو کے

ساتھ چسپاں رہے اور اس ذکر کا خیال ہر وقت و ہر لمحہ رکھنا چاہیے۔ اس کے لیے نہ وضو کی شرط ہے، نہ جسم کی پاکائی کی شرط ہے، نہ لباس کے پاک ہونے کی شرط ہے۔ تنہائی بھی شرط نہیں ہے۔ چوبیس گھنٹے آپ اپنے کام میں مصروف رہیں۔ کاروبار کرتے رہیں، سفر میں ہوں یا حضر میں، بازار میں ہوں یا گھر میں، صرف دل میں یہ خیال ہونا چاہیے کہ **دل اللہ اللہ** پکار رہا ہے۔ اس دوران اگر کوئی دوسرا خیال آئے تو اسے دفع کریں۔ کیونکہ خود خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے **رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ** اللہ کے بندے وہی ہیں جن کو دنیاوی کام کاج اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتا۔ تو اس طرح کا خیال چند دن رکھنے سے دل اللہ کے ذکر میں جاری ہو جاتا ہے اور اس ذکر کے کرنے سے دل پاک و صاف ہو جاتا ہے اور دل میں خشیت و خوف خدا پیدا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ احمد سعید نقشبندی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ اسم ذات کا ذکر اس طرح کرنا چاہیے کہ مرید و سالک زبان کو تالو سے لگائے اور دل کو تمام خیالات سے خالی کر دے۔ پھر جس بزرگ سے ذکر لیا ہے، ان کے متعلق یہ سمجھے کہ وہ میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر دل کی زبان سے اللہ، اللہ کہے، یعنی اللہ، اللہ کا مفہوم اپنے خیال میں رکھے اور یہ خیال کرے کہ میں اس ذات پر ایمان لایا جو تمام صفات کاملہ سے متصف ہے اور تمام صفات ناقصہ سے پاکیزہ ہے۔ اکثر اوقات اسی ذکر پر ہمیشگی کرے یہاں تک کہ دل ذکر ہو جائے۔

حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

<p>در ابتدا از ذکر گفتن چارہ نبود باید کہ متوجہ قلب صنوبری گردی کہ آن مضغہ ہچوں حجرہ ایست مر قلب حقیقی را و اسم مبارک اللہ را براں قلب گذاری و دریں وقت بقصد پہچ عضوے را حرکت نہ دہی و بکلیت متوجہ قلب نشینی و در متخلی صورت قلب را جانبد ہی و باں ملتفت نباشی چه مقصود تو جہ بقلب است نہ تصویر صورت آن و معنی لفظ</p>	<p>یعنی ابتداء سلوک میں سالک کے لیے ذکر کے سوا کوئی چارہ نہیں، چاہیے کہ اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے کہ یہ گوشت کا ٹکڑا حقیقی قلب کے لیے حجرہ کی مانند ہے۔ اسم مبارک اللہ کو اسی قلب پر گزاریں اور اس وقت جان بوجھ کر کسی عضو کو حرکت نہ دیں بلکہ پوری طرح سے اپنے قلب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے نہ کہ اس کی شکل و صورت کی طرف، لفظ مبارک</p>
--	--

مبارک اللہ را پیچونی و بے چگوننی ملاحظہ نمائی و ہیچ صفت را
 بآں منضم نہ سازی۔
 لیکن اسکے ساتھ بھی کسی صفت کو خیال میں نہ لائیں۔

(مکتوب نمبر ۱۹۰ دفتر اول حصہ سوم)

ذکر قلبی

ذکر اللہ خواہ قلبی ہو یا زبانی انفرادی ہو خواہ اجتماعی، اسکی فضیلت و اہمیت مسلم ہے۔ لیکن قرآن و حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ذکر قلبی کی فضیلت بدرجہا ذکر زبانی سے زیادہ ہے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے پر خصوصی فضل فرمانا چاہے اور اپنے حضور اسے خوش قسمت بندہ لکھ دے اور اس کو یہ توفیق دے کہ ہر وقت زبانی ذکر بھی کرتا رہے اور اسکا دل بھی اسی کے موافق ذکر میں شاغل رہے اور اسے زبانی ذکر سے قلبی ذکر کی طرف ترقی حاصل ہو جائے۔ یہاں تک کہ اگر زبان خاموش ہو پھر بھی دل خاموش نہ ہو، اسی کو ذکر کثیر کہا جاتا ہے۔

ذکر کی فضیلت میں بین الاقوامی شہرت کے حامل ایک اور محقق و محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کی ہے۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَنْبِيَكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَ
 أَزْكُهَا عِنْدَ مَلِكِكُمْ وَ أَرْفَعُهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَ
 خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الدَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَ خَيْرٌ
 لَّكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقُوا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ
 وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ قَالُوا بَلَى قَالَ ذِكْرُ اللَّهِ
 (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۹۸)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے بہتر عمل کی خبر نہ دوں جو تمہارے رب کے نزدیک زیادہ پاکیزہ ہو، جو تمہارے اعمال میں سب سے بلند مرتبہ ہو، جو تمہارے سونا اور چاندی کے خیرات کرنے سے زیادہ اچھا عمل ہو، جو تمہارے لیے اس عمل سے بھی بہتر ہو کہ تم دشمنوں سے مقابلہ کر کے انہیں قتل کرو اور وہ تمہارے گردنوں پر وار کریں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

محدث کبیر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَلْبِرَادُ الَّذِي كَرَّمَ الْقَلْبُ فَإِنَّهُ هُوَ الَّذِي لَهُ الْمَنْزِلَةُ الرَّائِدَةُ عَلَى
بَدَلِ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ لِأَنَّهُ عَمِلَ نَفْسِيًّا وَفَعَلَ الْقَلْبَ
الَّذِي هُوَ أَشَقُّ مِنْ عَمَلِ الْجَوَارِحِ بَلْ هُوَ الْجِهَادُ الْأَكْبَرُ
(مرقاۃ المفاتیح صفحہ نمبر ۲۲ جلد ثالث)

اس ذکر سے ذکر قلبی مراد ہے۔ یہی وہ ذکر ہے جس کا
مرتبہ جان و مال خرچ کرنے سے بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ
یہ باطنی عمل ہے اور دل کا عمل ہے جو کہ دوسرے
اعضاء کے اعمال سے نفس کے لیے زیادہ سخت ہے۔ بلکہ
یہی جہاد اکبر ہے۔

ذکر قلبی کا اجر ستر گنا زیادہ ہے

محدث کبیر حضرت علامہ ملا علی قاری قدس سرہ نے اپنی مرتب کی ہوئی احادیث کی کتاب مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کے صفحہ ۳۴۲ جلد اول پر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَفَضْلُ الذِّكْرِ الْخَفِيِّ الَّذِي لَا
يَسْمَعُهُ الْحَفَظَةُ سَبْعُونَ ضِعْفًا إِذَا كَانَ يَوْمُ
الْقِيَامَةِ وَجَبَعَ اللَّهُ الْخَلَائِقَ لِحَسَابِهِمْ وَ
جَاءَتِ الْحَفَظَةُ بِهَا حِفْظُهَا وَكَتَبُوا، قَالَ لَهُمْ
انْظُرُوا أَهْلَ بَيْتِي لَهُ مِنْ شَيْءٍ فَيَقُولُونَ مَا تَرَكْنَا
شَيْئًا إِلَّا وَقَدْ أَحْصَيْنَاهُ وَكَتَبْنَاهُ فَيَقُولُ اللَّهُ
إِنَّ لَكَ عِنْدِي حَسَنًا لَا تَعْلَمُهُ وَأَنَا أَجْزَيْكَ بِهِ
وَهُوَ الذِّكْرُ الْخَفِيُّ، كَذَا ذَكَرَهُ السَّيُوطِيُّ فِي
الْبَدْوَرِ السَّافِرَةِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جس مخفی ذکر کو انسان کے ساتھ رہنے والے فرشتے نہیں
سنتے وہ ستر مرتبہ اس ذکر سے جس کو فرشتے سنتے ہیں یعنی زبانی ذکر سے
فضیلت میں بڑھ کر ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوق
کو حساب کتاب کے لیے پیش ہونے کا ارشاد فرمائے گا تو جو کچھ فرشتوں
کو یاد ہوگا یا جو انہوں نے لکھا ہوگا وہ سب لے آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے
فرمائے گا دیکھو اس بندہ کے اعمال میں سے کوئی چیز رہ تو نہیں گئی ہے؟
فرشتے عرض کریں گے کہ یا اہل العالمین جو کچھ ہم جانتے ہیں اور جو ہم
نے یاد کیا وہ پوری طرح لکھ کر لے آئے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیگا
تیری ایک نیکی میرے پاس موجود ہے جسے یہ فرشتے نہیں جانتے اور میں

(ذکر الرحمن صفحہ ۱۷)

تجھے اس کا بدلہ ضرور دوں گا اور وہ نیکی ذکر خفی ہے۔

حلقہ ذکر و مراقبہ

صوفیاء کرام کے یہاں مراقبہ کے بہت سے طریقے رائج ہیں۔ ہمارے مشائخ طریقہ عالیہ نقشبندیہ غفاریہ بخشیدہ میں جو مراقبہ مروج ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ دل کو ادھر ادھر کے خیالات سے فارغ کر کے پورے اطمینان سے ذات باری تعالیٰ کی طرف اپنے شیخ کامل کے توسط سے متوجہ ہوا جاتا ہے۔ یہ مراقبہ اجتماعی طور پر بھی کیا جاتا ہے اور انفرادی طور پر بھی۔ بزرگان دین کے یہاں ذکر کے لیے جمع ہو کر گول دائرہ کی شکل میں بیٹھ کر ذکر کرنا متقدمین سے لیکر آج تک مروج رہا ہے اور یہ تمام سلاسل میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔ بعض جہری ذکر کرتے اور بعض تلاوت قرآن مجید اور حمد و نعت کی صورت میں حلقہ ذکر قائم کرتے ہیں۔ مقصد سبھی کا ایک ہے یعنی کچھ دیر کے لیے دنیا و مافیہا سے تعلقات توڑ کر ہمہ تن اپنے خالق و مالک کی طرف متوجہ ہوا جائے۔

اس قسم کے حلقہ ذکر و مراقبہ کی اصل درج ذیل حدیث شریف ہے۔

<p>حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم جنت کے باغوں کے قریب سے گزرو تو خوب کھالیا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغ کون سے ہیں؟ فرمایا ذکر کے حلقے یعنی گول دائرہ کی شکل میں بیٹھ کر ذکر کرنا۔</p>	<p>عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعَوْا قَالُوا وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الدِّكْرِ۔</p> <p>(الجامع للترمذی)</p>
--	--

اس حدیث شریف کی شرح میں برصغیر پاک و ہند کے مشہور محدث حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں: ودر این حدیث دلیل است بر آن کہ تخلیق برائے ذکر مشروع است۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر کے لیے گول دائرہ بنانا شریعت مطہرہ کے مطابق ہے۔

ذکر اللہ کے لیے جمع ہونا، ذکر کرنا، سننا، بلکہ خاموشی سے ذکر والوں کی مجلس میں بیٹھنا بھی باعثِ برکت و نزولِ رحمت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ لِيَذْكُرُوا اللَّهَ إِلَّا أَحَقَّتْ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی قوم ذکر اللہ کے لیے بیٹھتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان پر رحمت الہی چھا جاتی ہے اور ان پر اطمینان و سکون نازل ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ ان ذکر کرنے والوں کو اپنے مقرب فرشتوں میں یاد فرماتا ہے۔
 (رواہ مسلم مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۹۶)

مذکورہ احادیث سے حلقہ و مراقبہ کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ اسی لیے صوفیائے کرام نے اللہ تعالیٰ کے ذکر قلبی کی مشق کرنے اور اس کو جاری کرنے کے لیے مراقبہ کو نہایت اکسیر قرار دیا ہے۔ مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب فراغت ہو آنکھیں بند کر لیں اور اگر کپڑا میسر ہو تو اپنے سر ڈال لیں، دل سے تمام خیالات محو کر کے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو موجود سمجھ کر یہ تصور کریں کہ اللہ کا ذکر ہو رہا ہے، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض اللہ والوں کے سینوں سے ہوتا ہوا میرے قلب میں پہنچ رہا ہے۔ جس طرح ہم اندھیرے میں ٹارچ جلاتے ہیں تو اس سے روشنی کی شعاع نکلتی ہے جس کی وجہ سے سامنے ہر چیز واضح ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ تصور کریں کہ ایک نورانی شعاع ہمارے قلب میں پہنچ رہی ہے اور ہمارا قلب منور ہو رہا ہے۔ اس طریقے سے معرفت الہی کا راستہ سہل و آسان ہو جاتا ہے۔ مصنف قطب الارشاد حضرت الحاج فقیر اللہ علوی مراقبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الْمَرَاقِبَةُ وَهِيَ أَشْرَفُ أَسْبَابِ الْوُصُولِ وَأَسْهَلُ طُرُقِ حُصُولِ
 الْمَعْرِفَةِ وَأَقْرَبُهَا وَهِيَ مُشْتَقَّةٌ مِنَ التَّرَقُّبِ وَهُوَ انْتِظَارُ
 الْمَطْلُوبِ أَوْ مِنَ الرَّغْبِ وَهِيَ مُحَافَظَةُ الْقَلْبِ۔
 مراقبہ وصول الی اللہ کے اسباب میں زیادہ معتبر اور معرفۃ الہی کے حصول کا آسان اور قریب تر راستہ ہے، مراقبہ ترقب سے مشتق ہے اور اس کا مقصد ہے مطلوب حقیقی کا انتظار کرنا یا رقیب سے مشتق ہے اور اس کا مقصد ہے اپنے قلب کی حفاظت کرنا۔
 (قطب الارشاد صفحہ ۵۶۱)

حضرت خواجہ احمد سعید قدس سرہ فرماتے ہیں مراقبہ کا مادہ رقب ہے جس کا معنی ہے انتظار کرنا اور مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ سالک بغیر ذکر اور بغیر رابطہ شیخ اپنے دل کو خیالات فاسدہ سے محفوظ رکھ کر پوری طرح اللہ تعالیٰ کے طرف دھیان رکھے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ ہر وقت ذات الہی کی طرف متوجہ رہے تاوقتیکہ بلا شرکت غیر، توجہ الی اللہ اس کی عادت بن جائے۔ اس کو حضور بھی کہتے ہیں اور ذکر سے مقصود بھی یہی ہے۔ اسی لیے حضرت مولانا عبد الرحمان جامی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ شعر :

نقشبندیہ عجب قافلہ سالاراند

برندہ پنہاں بحر م قافلہ را

مشائخ نقشبند قافلہ طریقت کے عجیب قائد ہیں کہ روحانیت کے مخفی راستے سے اپنے قافلہ کو بارگاہ الہی میں پہنچا دیتے ہیں۔

اصطلاحات طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

اے عزیز جاننا چاہیے کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے چند اصول ہیں جن پر طریقہ عالیہ کا دار و مدار ہے اور ان پر عمل کیے بغیر نقشبندی سلسلہ کی نسبت حاصل نہیں ہوتی، الا ماشاء اللہ۔

اصطلاحات نقشبندیہ کے نام سے مشہور ان پر تاثیر و مفید اصول میں سے

1. ہوش دردم
2. نظر بر قدم
3. سفر در وطن
4. خلوت در انجمن
5. یاد کرد
6. بازگشت
7. نگہداشت

8. یادداشت۔

یہ آٹھ اصطلاحات خواجہ خواجگان حضرت عبدالحق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، جبکہ انکے بعد تین اور اصطلاحات

1. وقوف زمانی

2. وقوف عددی اور

3. وقوف قلبی

کا خواجہ خواجگان حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ نے اضافہ فرمایا ہے۔ اس طرح اصطلاحات سلسلہ نقشبندیہ کی تعداد گیارہ ہے۔

تشریح اصطلاحات

۱۔ ہوش دردم

ہوش دردم کا مطلب یہ ہے کہ سالک اپنی ہر سانس کے متعلق ہوشیار و بیدار رہے کہ خدا کی یاد میں صرف ہوا یا غفلت میں، اور یہ کوشش کرے کہ ایک سانس بھی اس کی یاد سے غفلت میں نہ گزرے۔ اس لیے چاہئے کہ ہر ساعت کے بعد اس طرح غور کرتا رہے تاوقتیکہ اسے دائمی حضور حاصل ہو جائے۔ غور کرنے پر اگر کبھی غفلت معلوم ہو تو استغفار کرے اور آئندہ کے لیے توبہ کرے اور اس سے بچنے کا پختہ ارادہ کر لے۔

دم بدم دم را غنیمت دان و ہدم شو بدم

واقفِ دم باش دردم ہیچ دم بیجا دم

ہر وقت ہر سانس کو غنیمت جان اور دم کے ساتھ ہدم ہو جا۔ اپنے ہر ایک سانس سے باخبر رہ کوئی ایک سانس بھی بے مقصد نہ لے۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے ”اس طریقہ کا دار و مدار ہی دم یعنی سانس پر ہے۔ سانس اندر آتے یا باہر جاتے وقت غفلت میں ضائع نہ ہونے پائے۔ ہر ایک سانس حضورِ دل سے ہو۔“

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کا ذاتی عمل کیا تھا اور انہوں نے کس طرح اپنے دم کی حفاظت کی، اس بارے میں حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ تحفۃ الاحرار میں فرماتے ہیں:

کم زدہ بے ہمدی و ہوش دم

در نگذشتہ نظرش از قدم

بس ز خود کردہ بسرعت سفر

باز نماندہ قدمش از نظر

یعنی حضوری اور غور کے سوا کم ہی سانس لیے تھے، انہوں نے قدم سے آگے اپنی نظر نہ بڑھائی تو جلدی سے آگے کا سفر شروع کیا اور ان کا قدم رکنا نہ رہا بلکہ قرب الہی حاصل کر لیا۔

۲۔ نظر بر قدم

نظر بر قدم سے یہ مراد ہے کہ سالک چلتے پھرتے وقت اپنی نظر پاؤں پر یا اسکے قریب رکھے۔ آگے دور دور تک بلاوجہ نہ دیکھے اور بیٹھنے کی صورت میں اپنے سامنے دیکھے، دائیں یا بائیں نہ دیکھے۔ نہ ہی عام لوگوں کی بات چیت کی طرف متوجہ ہو کہ ممکن ہے ادھر ادھر دیکھنے سے کسی غیر محرم پر نظر پڑ جائے یا نامناسب کلام سن لے اور اس طرف متوجہ ہو جائے اور مقصد اصلی سے توجہ ہٹ جائے جو کہ بہت بڑا خسارہ ہے۔

شرع شریف میں بحالت نماز قیام کے وقت سجدہ کی جگہ اور رکوع میں پشت قدم اور سجدہ میں ناک کی چوٹی پر اور قعدہ میں اپنی جھولی پر نظر رکھنے کا حکم بھی اس لیے ہے کہ نمازی کو جمعیت قلبی حاصل رہے اور اسکے خیالات منتشر نہ ہونے پائیں۔

ایک مفید نقل: حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ ہمیشہ سر جھکائے رہتے تھے، یہاں تک بعض لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ شاید آپ نابینا ہیں۔ حضرت مسعود رضی اللہ عنہ جن کے گھر بیس برس سے آتے جاتے تھے، ان سے فرماتے تھے بخدا اے ربیع اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے بزرگوں کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے چالیس چالیس برس تک سر اٹھا کر آسمان کی طرف نہ دیکھا۔

صوفیاء کرام کے دیگر اعمال کی طرح نظر بر قدم کا یہ عمل بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّونَ أَبْصَارَهُمْ۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسلمانوں سے فرمادیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

وقت رفتن بر قدم باید نظر

ہست سنت خیر البشر

اندریں حکمت بس است وبے شمار

دیدہ خواہد طالب حق آشکار

ترجمہ: چلتے وقت نظر پاؤں پر ہونی چاہیے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں ہیں، جن کو طالب ظاہر ظہور دیکھے گا۔

شیخ العرب والعجم حضرت پیر فضل علی قریشی مسکین پوری قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر وقت نظر بر قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہے، یعنی ہر لمحہ شریعت و سنت پیش نظر ہو اور تمام حرکات و سکنات، اخلاق و عادات سنت نبویہ کے مطابق ہوں اور یہی طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی امتیازی علامت ہے۔

۳۔ سفر در وطن

سفر در وطن سے باطنی و روحانی سفر مراد ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک گھر بیٹھے بری بشری صفات مثلاً حسد، تکبر، کینہ، حب جاہ و مال وغیرہ کو ترک کر کے ملکی یعنی فرشتوں والی صفات مثلاً صبر و شکر، رضا بالقضاء، اعمال صالحہ اور ان میں اخلاص اختیار کر لے۔ ایسا کرنے سے غیر اللہ کی محبت دل سے ختم ہو جائیگی اور روحانی ترقی حاصل ہوگی۔ اگر

کبھی دل میں غیر کی محبت معلوم ہو تو اس کو اپنے لیے خسارہ کا باعث جان کر کلمہ ”لا“ سے اسکی نفی کرے اور ”اَللّٰهُ“ کے کلمہ مبارکہ سے محبت الہی کا اثبات کرے اور پھر سے اپنے خالق و مالک و مولیٰ عزوجل کی طرف متوجہ ہو جائے اور گھر بیٹھے قرب الہی سے لطف اندوز ہو، بقول مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی

آئینہ صورت از سفر دور است

کال پذیرائے صفت از نور است

ترجمہ: آئینہ صورت کی طرف سفر نہیں کرتا کیونکہ صورت کا قبول کرنا اسکی اپنی صفائی اور نورانیت کے سبب سے ہے۔ یہ تو ایک مشاہدہ کی بات ہے کہ کوئی بھی صورت منعکس کرنے کے لیے خود آئینہ کسی کے پاس نہیں جاتا۔ اگر آئینہ صاف و شفاف ہے تو جو بھی شکل و صورت اسکے سامنے آجائے گی اس میں نقش دکھائی دے گی۔ اسی طرح دل کا آئینہ بھی اگر موجودات کے تصورات کی آلائشوں سے پاک و صاف ہو گا تو گھر بیٹھے محبوب حقیقی جل و علی کی تجلیات کا اس پر نزول ہو گا اور وہ دل حدیث نبویہ ”قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْتُ اللَّهِ“ کہ مؤمن کا دل خدا کا گھر ہے، کے مطابق خدا کا گھر بن جائے گا۔

سیدی و مرشدی سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے اپنے دل میں مال و دولت اور خواہشات نفسانیہ کو جگہ دی تو بمطابق ”ولے سلطان محبوباں غیور است“ یعنی محبوبوں کا سردار بہت غیرت مند ہے، تو اس دل میں مالک کون و مکان، خالق انس و جان رب العزّة جل تعالیٰ سبحانہ کا ٹھکانا نہیں ہو سکتا اور اس دل کو قلب المؤمن بیت اللہ کا شرف حاصل نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ دل میں یاد الہی ہو اور اس میں ذرہ برابر بھی غیر اللہ کی محبت و الفت نہ ہو، ساتھ ہی اسکے پاس مال و دولت بھی ہو لیکن اس کا دل اس کی محبت سے خالی ہو۔

فائدہ: یاد رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ والرضوان کی محبت اور اسی طرح اگر کسی اور چیز یا شخص سے محبت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے تو وہ غیر اللہ کی محبت میں شمار نہیں ہوگی۔ بلکہ انکی صحبت و محبت باطنی ترقی اور قرب الہی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مفسر قرآن علامہ صاوی علیہ الرحمۃ آیت نمبر ۳۵ سورہ مائدہ کے تحت لکھتے ہیں وسیلہ جس سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے وہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی محبت، صدقات و خیرات، اہل اللہ کی زیارت،

کثرت دعا، صلہ رحمی، کثرت ذکر وغیرہ یہ سبھی وسیلہ میں سے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جس چیز سے اللہ کا قرب حاصل ہو اس کو لازم پکڑو اور جو اس سے دور کرے اس سے دور رہو۔

۴۔ خلوت در انجمن

اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک کا دل ہمیشہ یاد الہی میں مشغول رہے، خواہ خاموش ہو یا بات چیت کر رہا ہو یا کھانی رہا ہو، لیکن اس کا دل پلک جھپکنے کی دیر بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ بزرگان دین فرماتے ہیں: **الْصُّوفِيُّ كَائِنًا فِي الْخَلْقِ بِحَسَبِ الظَّاهِرِ وَبَائِنًا عَنِ الْخَلْقِ بِحَسَبِ الْبَاطِنِ**۔ یعنی صوفی وہ ہے جو ظاہر میں تو لوگوں سے میل جول رکھتا ہو لیکن اس کا باطن مخلوق سے بالکل جدا ہو۔

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ ”**رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمُْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ**“ (وہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی) اسی مذکورہ حالت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ آیت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس میں انکے ہر وقت ذکر کرنے اور متوجہ الی اللہ رہنے کا ذکر اور ساتھ ہی بعد والوں کے لیے اسکی ترغیب ہے۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک اور شیخ حضرت عزیزان علی را میتنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، شعر:

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانه اش

ایں چنیں زیباروش کمے شود اندر جہاں

ترجمہ: اپنے باطن کے متعلق باخبر رہو اور بیرونی اشیاء سے بے خبر ہو جاؤ، کیونکہ ایسی عمدہ وصف جہاں میں کم ہی پائی جاتی ہے۔

مروی ہے کہ کسی شخص نے حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ سے دریافت کیا کہ آپکے طریقہ کی بنیاد کس چیز پر ہے۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا خلوت در انجمن پر یعنی ظاہر با خلق اور باطن با خدا ہونے پر ہمارے طریقہ عالیہ کا مدار ہے۔

سیدی و مرشدی حضرت سونہا سائیں رحمۃ اللہ علیہ ذکر قلبی کی تلقین کے وقت عموماً یہ ارشاد فرماتے تھے دست بکار و دل بیار۔ یعنی ہاتھ کام کاج میں مصروف رہیں لیکن دل محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ مزید فرماتے تھے کہ ہاتھوں سے جائز و حلال طریقہ پر خواہ چوبیس گھنٹے تجارت، زراعت، ملازمت یا مزدوری کرتے رہو، مگر تمہارے دل میں ہر وقت یہ خیال رہے کہ میرا دل ذکر کر رہا ہے **اللہ، اللہ، اللہ**۔۔۔۔۔

از بروں در میان بازارم

وازدروں خلوتے است بیارم

ترجمہ: میرا جسم تو بازار میں ہے لیکن میرا باطن اپنے یار یعنی اللہ رب العزت کے ساتھ ہے۔

۵۔ یاد کرد

یاد کرد کا مطلب یہ ہے کہ سالک کو مرشد کامل نے جس طرح بھی ذکر اسم ذات کی تلقین کی ہو، اسی کے مطابق ذکر میں مشغول رہے۔ خواہ وہ ذکر قلبی ہو یا جہری یا نفی و اثبات۔ اس میں سستی و کوتاہی نہ کرے۔ دل کی محبت اور لگن کے ساتھ مسلسل ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ حضور حق تعالیٰ حاصل ہو جائے۔

ذکر کن ذکر کن تا ترا جان است

پاکئے دل ز ذکر رحمان است

ترجمہ: ذکر کرتے رہو، ذکر کرتے رہو جب تک تمہاری جان میں جان ہے۔ دل کی پاکیزگی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

آیہ کریمہ **وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ**۔ کہ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ کامیابی و کامرانی کا مدار ذکر اللہ پر ہے۔

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں اَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الذِّكْرِ اَنْ يَكُونَ الْقَلْبُ دَائِمًا حَاضِرًا مَعَ الْحَقِّ بِوَصْفِ الْحَبِيبَةِ وَالتَّعْظِيمِ لِاَنَّ الذِّكْرَ طَرْدُ الْغَفْلَةِ۔ یعنی ذکر سے مقصود یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور محبت اور تعظیم کے اوصاف کے ساتھ حاضر رہے، اس لیے کہ ذکر نام ہی غفلت دور کرنے کا ہے۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

باش دائم اے پسر دریا حق
گر خبر داری ز عدل و داد حق

ترجمہ: اے صاحبزادہ اگر تجھے اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا علم ہے تو چاہیے کہ ہر وقت اسے یاد کرتا رہ۔

۶۔ بازگشت

یعنی رجوع کر لینا اور اس کا مطلب یہ ہے سالک کچھ دیر ذکر کرنے کے بعد بارگاہ الہی میں یہ مناجات کرے

خداوند مقصود ما توئی و رضائے تو

محبت معرفت خود مرابدہ

ترجمہ: الہی میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے، مجھے اپنی محبت و معرفت عطا کر دے۔

یہ کلمات دل ہی دل میں کمال عجز و انکساری سے کہے، تاکہ ذکر و فکر سے جو سرور یا نور حاصل ہوا ہو اس پر طالب مغرور نہ ہو، نہ ہی اس کو اپنا مقصود سمجھ لے، بلکہ محبت و رضائے الہی کے لیے کوشاں رہے۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اے برادر بے نہایت درگہ است

ہر چہ بروے می رسی دروے مایست

ترجمہ: بھائی جان یہ بے انتہا درگاہ ہے، جس مقام پر بھی تو پہنچے وہاں کھڑا نہ رہ جا بلکہ آگے بڑھتا رہ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد مرشد قدس سرہ سے سنا ہے کہ ذکر میں بازگشت شرط عظیم ہے، لائق نہیں کہ سالک اس سے غافل رہے، ہم نے جو کچھ پایا اسی کی برکت سے پایا ہے۔

۷۔ نگہداشت

نگہداشت کا مطلب یہ ہے کہ سالک ذہنی تصورات اور وسوسوں کو دل سے نکال باہر کر دے اور ہر وقت ان خیالات و خطرات کے دل میں آنے سے بیدار و ہوشیار رہے تاکہ کوئی خطرہ دل میں جا کر گھر نہ بنالے کہ پھر اس کے نکالنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ جب بیرونی خطرات و خیالات کا آنا ختم ہو جائے گا تو سالک کو ملکہ جمعیت و طمانیت یعنی ایک طرح سے سکون و فرحت حاصل ہو جائے گی اور وہ فناء قلب کا مقام حاصل کر لیگا۔ البتہ اگر پھر بھی خیالات پیدا ہوں یا زائل نہ ہوں تو سالک کو چاہیے کہ ذکر اللہ میں محو ہو جائے اور اپنے شیخ کامل و مکمل کا تصور کر لے تو انشاء اللہ تعالیٰ غیر کے خیالات اور وسوسوں سے چھٹکارہ حاصل ہو جائے گا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ فرماتے ہیں، سالک کو چاہیے کہ خطرہ و خیال کو ابتداء ہی سے روک دے ورنہ جب یہ ظاہر ہو جائیں گے تو نفس ان کی طرف مائل ہو جائے گا اور جب نفس میں انکا اثر مضبوط ہو جائے گا تو پھر ان کا دور کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

نگہداشت کا ملکہ حاصل ہو جانے کے بعد سالک نہ فقط غیر کے خیالات و خطرات سے دور رہتا ہے، بلکہ بعض اوقات اسے اپنی جان تک کا علم نہیں رہتا چنانچہ خواجہ خواجگان حضرت پیر مٹھار حمت پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ تبلیغ دین اور وعظ و نصیحت میں آپ اس قدر محو و مستغرق رہتے تھے کہ آپ کو گرمی، سردی، بھوک و پیاس کا کوئی احساس نہیں رہتا تھا، اسی برس کے قریب عمر اور خوراک چوبیس گھنٹوں میں فقط ایک چھٹانک آٹے کی روٹی، پھر بھی تبلیغ دین کا اس قدر جذبہ کہ نماز فجر کے بعد جو وعظ شروع فرماتے دوپہر کے ایک دو بج جاتے، بعض اوقات تو نماز ظہر ادا کر کے ہی دولت خانہ میں تشریف لے جاتے تھے۔

۸۔ یادداشت

نگہداشت کی مسلسل کوشش کے بعد سالک کا قلب بلا تکلف خود بخود بے مثل و بے مثال ذات حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور وہ آیت مبارکہ ”وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ“ یعنی وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔ اسے یادداشت کہتے ہیں اور یادداشت کا ملکہ حاصل ہو جانے کے بعد سالک کا دل ذکر حق میں اس قدر محو و مستغرق ہو جاتا ہے کہ خیالات کو پرانگندہ و منتشر کر نیوالی چیزوں کا دل پر گذر بھی نہیں ہوتا۔

۹۔ وقوف زمانی

وقوف زمانی سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے نفس کا جائزہ لیتا رہے اور ہر ساعت کے بعد غور سے دیکھے، اگر گزشتہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزارا ہو تو شکر کرے اور اگر غفلت ہوئی ہو تو توبہ و استغفار کرے اور آئندہ کے لیے اس سے بچنے کا پختہ ارادہ کر لے اور کبھی بھی شرعی حدود سے باہر قدم نہ رکھے۔ ارشاد خداوندی ”وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ“ یعنی ہر جان دیکھ لے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔ میں اسی جانب اشارہ ہے۔

سیدنا امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، آپ نے فرمایا ”حَاسِبُوا قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا قَبْلَ أَنْ تُؤْزَنُوا وَاسْتَعِدُّوا لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ“۔

ترجمہ: محاسبہ کیے جانے سے پہلے اپنا محاسبہ خود کر لو اور وزن کیے جانے سے پہلے خود وزن کر لو اور تیار ہو جاؤ عرض اکبر یعنی قیامت کے دن کے واسطے جہاں تم سے حساب لیا جائے گا اور تمہارے اعمال تو لے جائیں گے۔

۱۰۔ وقوف عددی

ذکر نفی و اثبات میں طاق عدد کی رعایت کرنے کو وقوف عددی کہتے ہیں۔ یعنی ایک ہی سانس میں تین سے لیکر اکیس مرتبہ تک کسی بھی طاق عدد پر سانس لے لے، ابتداء کم عدد مثلاً تین یا پانچ سے کرے اور آہستہ آہستہ تعداد بڑھاتا جائے۔ ”إِنَّ اللَّهَ وَتَرْحِبُ الْوَيْتَرُ“ کہ اللہ طاق یعنی ایک ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ اس حدیث کے مطابق طاق عدد

جفت سے افضل ہے۔ عدد کی رعایت اس لیے کی جاتی ہے کہ خیالات ادھر ادھر نہ بھٹکیں۔ بالفرض اگر اکیس عدد تک پہنچنے کے باوصف اسکے اثرات ظاہر نہ ہوں تو چاہیے کہ پھر سے ذکر نفی و اثبات شروع کرے۔

۱۔ وقوف قلبی

وقوف قلبی کا مطلب یہ ہے کہ سالک ہر دم اپنے دل کی طرف جو بائیں پستان کے نیچے دوا انگل کے فاصلہ پر واقع ہے، متوجہ رہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی جناب میں دل کی ایسی آگاہی اور حاضری کا نام وقوف قلبی ہے جسکی بدولت دل کو حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ نے جس دم اور عدد طاق کی رعایت کو ذکر میں لازم نہیں فرمایا، مگر وقوف قلبی کو ذکر کے لیے ضروری قرار دیا ہے، اس لیے کہ بغیر وقوف قلبی کے غفلت کا دور ہونا مشکل ہے اور غفلت کے ساتھ کیا جانے والا عمل بے اثر ہوتا ہے۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

برزبان تسبیح و در دل گاؤ و خر

ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ترجمہ: تمہاری زبان پر تسبیح اور دل میں گائے اور گدھے کے خیالات ہیں، اس قسم کی تسبیح کیا اثر رکھے گی۔

اسباق طریقہ عالیہ نقشبندیہ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ احمد سعید قدس سرہ اربع انہار میں قیوم ربانی حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں۔

لطائف عشرہ

انسان دس لطائف سے مرکب ہے جن میں سے پانچ کا تعلق عالم امر سے ہے اور پانچ کا تعلق عالم خلق سے ہے۔

لطائف عالم امر یہ ہیں۔ ۱۔ قلب ۲۔ روح ۳۔ سر ۴۔ خفی ۵۔ اخفی

لطائف عالم خلق یہ ہیں ۱۔ لطیفہ نفس اور لطائف عناصر اربعہ یعنی ۲۔ آگ ۳۔ پانی ۴۔ مٹی ۵۔ ہوا۔

لطائف عالم امر کے اصول (مرکز) عرش عظیم پر ہیں اور لامکانیت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ان جو اہر مجردہ کو انسانی جسم کی چند جگہوں پر امانت رکھا ہے۔

دنیوی تعلقات اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے یہ لطائف اپنے اصول کو بھول جاتے ہیں، یہاں تک کہ شیخ کامل و مکمل کی توجہ سے یہ اپنے اصول سے آگاہ و خبردار ہو جاتے ہیں اور انکی طرف میلان کرتے ہیں۔ اس وقت کشش الہی اور قرب ظاہر ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی اصل تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر اصل کی اصل تک، یہاں تک کہ اس خالص ذات یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہنچ جاتے ہیں جو صفات و حالات سے پاک و مبرا ہے۔ اس وقت ان سالکین کو کامل فنائیت اور اکمل بقا حاصل ہو جاتی ہے۔

اصلاح لطائف

مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرار ہم کے یہاں باطن کی صفائی کے لئے سب سے پہلے لطائف عالم امر کی اصلاح کا معمول ہے اور اس کے لئے ان حضرات نے تین طریقے مقرر فرمائے ہیں:

- طریق اول: ذکر
- طریق دوم: مراقبہ
- طریق سوم: رابطہ شیخ

سالکِ طریقت جس قدر ان امور کا زیادہ اہتمام کریگا اسی قدر سلوکِ طریقت میں اسے ترقی حاصل ہوگی اور جس قدر ان امور میں کوتاہی کریگا اسی قدر باطنی راستہ طے کرنے میں اسے تاخیر ہوگی۔

طریق اول: ذکر

ذکر کے دو قسم ہیں۔ اول ذکر اسم ذات۔ دوم ذکر نفی و اثبات۔ ذکر اسم ذات کے اسباق یہ ہیں:

سبق اول: ذکر لطیفہ قلب

وضاحت: دل انسان کے جسم میں بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلہ پر قدرے پہلو کی جانب واقع ہے، (اس لئے ہمارے مشائخ تلقین ذکر کے وقت اس مقام پر انگشت شہادت رکھ کر تین مرتبہ اسم ذات **اللہ، اللہ، اللہ** کہتے ہوئے سالک کے دل پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں) ذکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنے دل کو دنیوی خیالات و فکرات سے خالی کر کے ہر وقت یہ خیال کرے کہ دل اسم مبارک **اللہ، اللہ** کہہ رہا ہے۔ زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ زبان تالو سے چسپاں رہے اور سانس حسب معمول آتا جاتا رہے، بس اس طرح اپنے خالق و مالک کی طرف دل کا توجہ ہونا چاہئے، جس طرح ایک پیاسا آدمی زبان سے تو پانی پانی نہیں کہتا لیکن اس کا دل پانی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ بیشک دنیا کے کام کاج کرتے رہیں اس سے کوئی منع نہیں، لیکن دست بکار و دل بیار کے مصداق دل کا توجہ اور خیال ہر وقت اپنے خالق و مالک کی طرف رہے۔ یوں سمجھے کہ فیضان الہی کا نور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر سے ہوتا ہوا پیر و مرشد کے سینہ سے میرے دل میں آ رہا ہے اور گناہوں کے زنگ و کدورات ذکر کی برکت سے دور ہو رہے ہیں۔ اگر ادھر ادھر کے خیالات دل میں آئیں تو ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ تھوڑا ہی عرصہ اس طریقہ پر محنت و توجہ کرنے سے دل ذکر ہو جائیگا اور جب دل ذکر ہو گیا تو سوتے جاگتے، کھاتے پیتے ہر وقت دل ذکر **اللہ، اللہ، اللہ** کرتا رہے گا۔

فائدہ: لطیفہ قلب جاری ہونے کی ظاہری علامت یہ ہے کہ سالک کا دل نفسانی خواہشات کی بجائے محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائے، غفلت دور ہو اور شریعت مطہرہ کے مطابق عمل کر نیکاشوق پیدا ہو۔ ذکر جاری ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا دل حرکت کرنے لگے یا اسے کشف ہونے لگے، بلکہ ان چیزوں کے درپے ہونا سالک کے لئے مفید نہیں۔ سالک کا اول و آخر مقصد رضائے الہی ہونا چاہئے نہ کہ کشف و کیفیات کا حصول۔

جب سالک کا لطیفہ قلب جاری ہو جاتا ہے تو پیر و مرشد مذکورہ طریقہ پر لطیفہ روح کی تلقین فرماتے ہیں۔

سبق دوم: ذکر لطیفہ روح

لطیفہ روح کا مقام داہنے پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلہ پر قدرے پہلو کی جانب واقع ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اس مقام پر بھی اسم ذات اللہ، اللہ کا توجہ و خیال کرے۔ لطیفہ روح جاری ہونے سے باطن کی مزید صفائی ہوتی ہے۔

فائدہ: لطیفہ روح جاری ہونے کی علامت یہ ہے کہ طبیعت میں صبر کی وصف پیدا ہوتی ہے اور غصہ پر قابو کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

سبق سوم: ذکر لطیفہ سر

لطیفہ سر کی جگہ بائیں پستان کے برابر دو انگشت سینہ کی جانب مائل ہے۔ اس لطیفہ میں بھی اسم ذات اللہ کا خیال رکھنے سے ذکر جاری ہو جاتا ہے اور مزید باطنی ترقی حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ: لطیفہ سر جاری ہونے کی علامت یہ ہے کہ ذکر کے وقت عجیب و غریب کیفیات کا ظہور ہوتا ہے، حرص و ہوس میں کمی اور نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

سبق چہارم: ذکر لطیفہ خفی

لطیفہ خفی کا مقام داہنے پستان کے برابر دو انگشت وسط سینہ کی جانب ہے۔ اس لطیفہ کے ذکر کے وقت ”یا لَطِيفُ اَدْرِ كُنِي بِلُطْفِكَ الْخَفِيِّ“ پڑھنا مفید ہے۔

فائدہ: اس لطیفہ کے جاری ہونے کی علامت یہ ہے کہ صفاتِ رذیلہ حسد و بخل سے بیزاری حاصل ہو جاتی ہے۔

سبق پنجم: ذکر لطیفہ اخفی

اس لطیفہ کا مقام وسط سینہ ہے۔ سابقہ لطائف کی طرح اس لطیفہ میں بھی ذکر کا تصور و خیال کرنا چاہئے۔

فائدہ: ذکر لطیفہ اخفی کرنے سے فخر و تکبر وغیرہ زائل ہو جاتے ہیں اور یہی لطیفہ اخفی جاری ہونے کی علامت ہے۔ نیز سالک کو چاہئے کہ لطائف میں ترقی کے ساتھ ساتھ پہلے والے لطائف پر بھی علاحدہ علاحدہ ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ تمام لطائف جاری ہو جائیں۔

سبق ششم: ذکر لطیفہ نفس

لطیفہ نفس کی جگہ وسط پیشانی ہے۔ اس لطیفہ میں بھی سابقہ لطائف کی طرح ذکر کا خیال ہی کرنا ہے۔ فائدہ: لطیفہ نفس کی اصلاح کی علامت یہ ہے کہ سالک ذکر کی لذت میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ نفس کی رعونت و سرکشی بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

سبق ہفتم: ذکر لطیفہ قلبیہ

اس لطیفہ کا دوسرا نام سلطان الاذکار ہے۔ اس کا مقام وسط سر ہے، اس لئے اسکی تعلیم دیتے وقت مشائخ وسط سر یعنی دماغ پر انگلی رکھ کر اللہ، اللہ کہتے ہوئے توجہ دیتے ہیں، جس سے بفضلہ تعالیٰ تمام بدن ذاکر ہو جاتا ہے اور جسم کے روئیں روئیں سے ذکر جاری ہو جاتا ہے۔

فائدہ: لطیفہ قلبیہ جاری ہونے کی ظاہری علامت یہ ہے کہ جسم کا گوشت پھڑکنے لگتا ہے، کبھی بازو کبھی ٹانگ اور کبھی کسی اور حصہ جسم میں حرکت محسوس ہوتی ہے۔ بعض اوقات تو پورا جسم حرکت کرتا محسوس ہوتا ہے۔

سبق ہشتم: ذکر نفی و اثبات

توجہ و خیال کی زبان سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ذکر کو نفی و اثبات کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک پہلے اپنے باطن کو ہر قسم کے خیالات ماسوی اللہ سے پاک و صاف کرے، اس کے بعد اپنے سانس کو ناف کے نیچے روکے اور محض خیال کی زبان سے کلمہ ”لا“ کو ناف سے لیکر اپنے دماغ تک لے جائے، پھر لفظ ”إِلَه“ کو دماغ سے دائیں کندھے کی طرف نیچے لے آئے اور کلمہ ”إِلَّا اللَّهُ“ کو پانچوں لطائف عالم امر میں سے گزار کر قوت خیال سے دل پر اس قدر ضرب لگائے کہ ذکر کا اثر تمام لطائف میں پہنچ جائے۔ اس طرح ایک ہی سانس میں چند مرتبہ ذکر کرنے کے بعد سانس چھوڑتے

ہوئے خیال سے ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کہے۔ ذکر نفی و اثبات کے وقت کلمہ طیبہ کی معنی کہ سوائے ذات پاک کے کوئی اور مقصود و معبود نہیں، کا خیال رکھنا اس سبق کے لئے شرط ہے۔ کلمہ ”لا“ ادا کرتے وقت اپنی ذات اور تمام موجودات کی نفی کرے اور ”إِلَّا اللَّهُ“ کہتے وقت ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کا اثبات کرے۔

فائدہ: ذکر نفی و اثبات میں طاق عدد کی رعایت کرنا بہت ہی مفید ہے۔ اس طور پر کہ سالک ایک ہی سانس میں پہلے تین بار پھر پانچ بار اس طریقہ پر یہ مشق بڑھاتا جائے یہاں تک کہ ایک ہی سانس میں اکیس بار یہ ذکر کرے۔ البتہ یہ شرط و لازم نہیں ہے۔ طاق عدد کی اس رعایت کو اہل تصوف کی اصطلاح میں وقوف عددی کہا جاتا ہے۔ نیز چاہئے کہ ذکر کے وقت بزبان حال کمال عجز و انکساری سے بارگاہ الہی میں یہ التجا کرے۔

خداوند مقصود من توئی و رضائے تو

محبت و معرفت خود مرابدہ

ترجمہ: الٰہی تو ہی میرا مقصود ہے اور میں تیری ہی رضا کا طالب ہوں۔ تو مجھے اپنی محبت و معرفت عطا فرما۔

چونکہ ذکر نفی و اثبات میں غیر معمولی حرارت و گرمی ہوتی ہے، اسلئے ہمارے مشائخ عموماً سردی کے موسم میں اسکی اجازت دیتے تھے۔ جبکہ بعض لوگوں کو سردیوں میں بھی سانس روکنا دشوار ہوتا ہے، ایسے لوگوں کو سانس روکے بغیر اور بلار رعایت تعداد ذکر نفی و اثبات کی اجازت دی جاتی ہے۔

چونکہ ذکر نفی و اثبات تمام سلوک کا خلاصہ اور مکھن ہے اور اس سے غیر کے خیالات کی نفی، محبت الٰہی میں اضافہ اور قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے تو اس سے بعض اوقات تو کشف بھی حاصل ہوتا ہے۔ لہذا سالک کو چاہئے کہ اسکے حصول کی پوری طرح کوشش کرے۔ اگر کچھ عرصہ ذکر کرنے کے باوجود مذکور فوائد حاصل نہ ہوں تو سمجھے کہ میرے عمل میں کسی قسم کی کمی رہ گئی ہے۔ لہذا پھر سے بتائے گئے طریقے کے مطابق ذکر شروع کرے۔

نیز مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس ذکر کے دوران اعتدال طبع کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔ مرغین غذا اور ہضم کے مطابق دودھ استعمال کرنا چاہئے تاکہ گرمی کی وجہ سے دماغ میں خشکی پیدا ہو کر ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔

سبق نہم: ذکر تہلیل لسانی

ذکر تہلیل لسانی کا طریقہ بعینہ وہی ہے جو ذکر نفی و اثبات میں بیان ہوا۔ فرق یہ ہے کہ اس میں سانس نہیں روکا جاتا اور کلمہ طیبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا ذکر زبان سے کیا جاتا ہے۔

فائدہ: رات اور دن میں کم از کم گیارہ سو مرتبہ کلمہ طیبہ کا یہ ذکر کیا جائے۔ اسکی اعلیٰ تعداد پانچ ہزار ہے۔ اس سے زیادہ جتنا چاہے کلمہ شریف کا یہ ورد کرے۔ اس سے زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ ایک ہی وقت میں یہ تعداد مکمل کرنا بھی ضروری نہیں اور نہ ہی با وضو ہونا شرط ہے۔ البتہ با وضو ہونا بہتر ہے۔ رات اور دن میں جب چاہے حضور قلب کے ساتھ معنی کا خیال کر کے ذکر کیا جائے۔

ذکر تہلیل لسانی سے حضور قلب حاصل ہوتا ہے اور لطائف کو اپنے موجودہ مقامات سے اوپر کی طرف ترقی حاصل ہوتی ہے اور غیر کے خطرات و خیالات کی نفی ہوتی ہے۔ بعض اوقات واردات کا نزول بھی ہوتا ہے۔

طریق دوم مراقبہ

لطائف عالم امر کی اصلاح کا دوسرا طریقہ مراقبہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ذکر اور رابطہ شیخ کے سوا تمام خیالات و خطرات سے دل کو خالی کر کے رحمت الہی کا انتظار کیا جائے۔ اسی انتظار کا نام مراقبہ ہے۔ چونکہ فیض و رحمت الہی کا نزول لطائف پر ہوتا ہے اس لئے لطائف کی مناسبت سے ان مراقبات کے نام بھی جدا جدا اور انکی نیات بھی مختلف ہیں۔

سبق دہم: مراقبہ احدیت

مراقبہ احدیت کی نیت کرتے وقت سالک دل میں یہ پختہ خیال رکھے کہ میرے لطیفہ قلب پر اس ذات والا صفات سے فیض آرہا ہے جو اسم مبارک اللہ کا مسمیٰ (مصدق) ہے۔ وہی جامع جمیع صفات کمال ہے اور ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔ یہ خیال کر کے فیض الہی کے انتظار میں بیٹھ جائے۔ اس مراقبہ سے سالک کو حق تعالیٰ کا حضور اور اسکے ماسوا سے غفلت حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ: مراقبہ احدیت کے بعد ولایت صغریٰ کے مراقبات مشارب کا مقام آتا ہے جسے دائرہ ممکنات بھی کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے مراقبات مشارب پانچ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک لطیفہ کا مراقبہ کرتے وقت سالک کو چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے سلسلہ کے تمام مشائخ کے ان اطائف کو اپنے لطیفہ کے سامنے تصور کر کے یہ خیال کرے کہ اس لطیفہ کا خاص فیض جو بارگاہ الہی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لطیفہ مبارک میں آرہا ہے، بترتیب مشائخ سلسلہ عالیہ کے، اسی لطیفہ سے ہوتا ہوا میرے اس لطیفہ میں پہنچ رہا ہے۔ نیز جاننا چاہئے کہ ان میں سے ہر ایک لطیفہ کا اثر و فائدہ دوسرے سے مختلف ہے۔ اسلئے جب تک پہلے والے لطیفہ کا اثر سالک کے لطیفہ میں محسوس نہ ہو، دوسرا مراقبہ شروع نہ کیا جائے۔ ورنہ سلوک کا اصل مقصد یعنی مقام فنا تک رسائی نصیب نہ ہوگی۔

مراقبات مشارب

سبق یازدہم: مراقبہ لطیفہ قلب

اس مراقبہ میں سالک اپنے لطیفہ قلب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ قلب کے بالکل سامنے تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ الہی میں یہ التجا کرے ”یا الہی تجلیات افعالیہ کا وہ فیض جو آپ نے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ قلب سے حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفہ قلب میں القافر مایا ہے وہ حضرات پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ قلب میں القافر ما۔“

فائدہ: سالک کو جب لطیفہ قلب کی فنا حاصل ہو جاتی ہے تو اپنے افعال بلکہ تمام مخلوق کے افعال کو حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کے افعال کا اثر و پر تو سمجھنے لگتا ہے اور کائنات کی تمام ذات و صفات کو حق تعالیٰ کی ذات و صفات کا مظہر سمجھتا ہے اور اس کا قلب دنیا کی خوشی خواہ غم سے متاثر نہیں ہوتا۔ یہ اسلئے ہے کہ اس وقت اسے فاعل حقیقی یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی اور کا فعل نظر ہی نہیں آتا۔

سبق دوازدهم: مراقبہ لطیفہ روح

اس مراقبہ کے وقت سالک اپنے لطیفہ روح کو آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ روح کے سامنے تصور کر کے زبان خیال بارگاہ الہی میں یہ عرض کرے ”یا الہی ان صفات ثبوتیہ یعنی علم قدرت، سمع، بصر و ارادہ وغیرہ کی تجلیات کا فیض جو تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ روح سے حضرت نوح علیہ السلام کے لطیفہ روح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لطیفہ روح میں مرحمت فرمایا تھا، حضرات پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ روح میں القافرما۔“

فائدہ: سالک کو جب لطیفہ روح میں فنا حاصل ہو جاتی ہے تو اسکی نظر سے اپنی اور تمام مخلوقات کی صفات او جھل ہو جاتی ہیں اور وہ تمام صفات حق تعالیٰ ہی کے لئے سمجھنے لگتا ہے۔

سبق سیزدهم: مراقبہ لطیفہ سر

اس مراقبہ میں سالک اپنے لطیفہ سر کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ سر مبارک کے سامنے تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ الہی میں یہ التجا کرے ”یا الہی ان تجلیات ذاتیہ کا فیض جو تو نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ سر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ سر میں القافرمایا ہے، حضرات پیران کبار کے صدقے میں میرے لطیفہ سر میں القافرما۔“

فائدہ: سالک کو جب لطیفہ سر میں فنا حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اپنی ذات کو ذات حق تعالیٰ میں اس قدر مٹا ہوا پاتا ہے کہ اسے ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی اور ذات نظر ہی نہیں آتی۔ اس مقام پر سالک کو نہ تو کسی کی تعریف و توصیف کرنے سے خوشی حاصل ہوتی ہے، نہ کسی کے طعن و ملامت کی پرواہ ہوتی ہے۔ بس ہر وقت ذات حق سبحانہ و تعالیٰ میں مستغرق رہتا ہے۔

سبق چہاردهم: مراقبہ لطیفہ خفی

اس سبق میں سالک اپنے لطیفہ خفی کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ خفی کے سامنے تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ الہی میں یہ التجا کرے ”یا الہی تجلیات صفات سلبیہ کا فیض جو تو نے آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کے لطیفہ خفی مبارک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ خفی میں القافر مایا ہے، حضرات پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ خفی میں القافر ما۔“

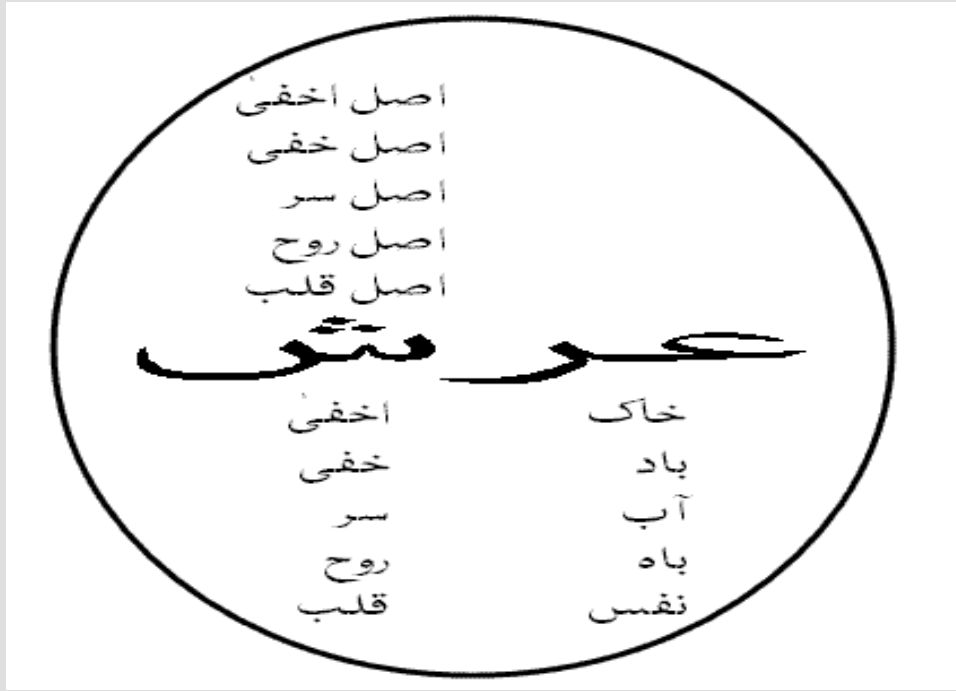
فائدہ: صفات سلبیہ سے وہ تمام صفات مراد ہیں جو نقص و عیب میں شمار ہوتی ہیں اور ذات باری تعالیٰ ان سے پاک و منزہ ہے۔ مثلاً اولاد، بیوی، جسم، جوہر، عرض، زمان و مکان وغیرہ۔

سبق پانزدہم: مراقبہ لطیفہ اخفی

اس سبق میں سالک اپنے لطیفہ اخفی کو آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ اخفی کے سامنے تصور کر کے زبان خیال سے یہ عرض کرے ”یا الہی تجلیات شان جامع کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ اخفی مبارک میں القافر مایا ہے، حضرات پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ اخفی میں القافر ما۔“

فائدہ: سالک کو جب لطیفہ اخفی میں فنائیت حاصل ہو جاتی ہے تو اسے حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کا خصوصی قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ اسلئے اس کے لئے اخلاق الہی اور اخلاق نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے متصف ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ بالخصوص نماز میں بہت لذت حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ: عالم امر کے ان پانچوں لطائف کی فنائیت کے بعد دائرہ امکان کی سیر ختم ہو جاتی ہے۔ بعض مشائخ نے انوار و تجلیات دیکھنے کو اس دائرہ کے طے کرنے کی علامت فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ دائرہ امکان کا نصف زمین سے عرش تک ہے اور دوسرا نصف عرش سے اوپر ہے۔ جبکہ عالم خلق عرش سے نیچے ہے۔ اسکی شکل یہ ہے :



اس کے بعد مراقبہ معیت کیا جاتا ہے۔

سبق شانزدہم: مراقبہ معیت

اس مراقبہ میں آیت کریمہ ”وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ“ یعنی وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے، کی معنی کا خیال کر کے خلوص دل کے ساتھ یہ خیال و تصور کرے کہ اس ذات پاک سے میرے لطیفہ قلب پر فیض آرہا ہے، جو میرے ساتھ اور تمام موجودات کے ہر ذرہ کے ساتھ ہے، اس شان کے مطابق جو وہ چاہتا ہے۔ اس سبق میں منشاء فیض ولایت صغریٰ کا دائرہ ہے جو اولیاء عظام کی ولایت اور اسماء حسنہ اور صفات مقدسہ کا سایہ ہے۔ اس مقام میں تہلیل لسانی یعنی ”لا الہ الا اللہ“ کا زبانی ذکر معنی کا لحاظ کرتے ہوئے، اس طرح کہ سالک کی توجہ قلب کی طرف ہو اور قلب کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، بہت فائدہ دیتا ہے۔

فائدہ: اس مقام پر سالک کو فنائے قلبی اور بقائے قلبی و دوام حضور حاصل ہوتا ہے۔ یعنی یاد الہی میں اس قدر مستغرق ہو جاتا ہے کہ اس کے ماسوا کو بالکل بھول جاتا ہے اور کسی بھی لمحہ اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔ اس مقام پر سالک کو لوگوں سے وحشت اور بیگانگی ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ ذکر اور مقام حیرت میں محو رہتا ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ دائمی حضور و بقا پر دائرہ ولایت صغریٰ کی تکمیل ہوتی ہے۔

رابطہ شیخ

یار رفت از چشم لیکن روز و شب در خاطر است

گر بصورت غائب است اما بمعنی حاضر است

ترجمہ: میرا محبوب میری نظروں سے تو دور چلا گیا ہے لیکن رات دن میرے دل میں موجود ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پر وہ غائب ہے لیکن حقیقت میں وہ حاضر ہی ہے۔

رابطہ کا لفظ ربط سے مشتق ہے جسکی معنی ہے کسی چیز کو مضبوط باندھنا۔ اس لئے عربی میں گلدستہ اور پیکٹ کو ربط کہتے ہیں۔ تصوف و طریقت میں رابطہ شیخ کا مطلب یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ سے مضبوط و مستحکم نسبت و تعلق قائم کرے اور اس جیسے اخلاق و اعمال اپنانے کے لئے اسکی صحبت و خدمت اختیار کرے اور جب شیخ موجود ہو تو ادب و عقیدت سے اس کے دونوں ابروؤں کے درمیان نظر رکھے، کسی اور طرف توجہ نہ کرے، اور جس وقت شیخ موجود نہ ہو تو اس کی صورت کو پیش نظر تصور کرے۔ جس طرح آدمی گھر سے باہر ہوتا ہے تو دانستہ یا نادانستہ اپنے گھر میں بسنے والے افراد اور قیمتی مال و متاع کا تصور کر لیتا ہے کہ فلاں آدمی فلاں جگہ پر ہوگا اور فلاں چیز کمرے کے فلاں کونے یا الماری میں ہوگی، اسی طرح اپنے شیخ کو مسجد و محفل میں یا عبادت الہی میں مصروف تصور کرے۔ چونکہ اولیاء اللہ کے تمام اعمال و افعال اور اقوال احکام الہی کے عین مطابق ہوتے ہیں، مضبوط و مستحکم نسبت رکھنے والا مرید بھی ”إِنَّ الْحُبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ“۔ یعنی محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے، کے مطابق وہی اخلاق و اعمال اپنانے کی کوشش کرتا ہے، جو اسکے شیخ کے ہوتے ہیں۔

تصور شیخ کا قرآن مجید سے ثبوت

سورۃ یوسف میں ارشاد خداوندی ہے۔ **وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ دَاۤیُّ بُرْهَانَ رَبِّهٖ** ○ ترجمہ: اگر حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پروردگار کے برہان کو نہ دیکھتے تو سیدہ زلیخا کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

اس آیہ کریمہ میں وارد لفظ برہان کے متعلق مفسرین کرام کی رائے یہ ہے کہ اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام مراد ہیں، جن کی شکل مبارک اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو نظر آئی اور آپ سے کلام بھی فرمایا تھا۔ حالانکہ اس وقت باپ بیٹے ایک دوسرے سے بظاہر کوسوں دور تھے، لیکن باہمی قلبی رابطہ انتہائی مضبوط و مستحکم تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی قرآنی آیات میں غور و فکر کرنے کا بھی امر فرمایا ہے۔ دیکھئے سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۶، سورہ غاشیہ آیت نمبر ۱۷ اور سورۃ نحل آیت نمبر ۸۔ ظاہر ہے جب آدمی ان آیات مبارکہ کی تلاوت کریگا اور ان کے معانی و مطالب پر غور کریگا تو کسی نہ کسی صورت میں ان افراد و اشیاء کا تصور تلاوت کرنے والے کے ذہن و خیال میں آئیگا اور وہ اس کی نصیحت عبرت اور تقویت ایمان کا باعث بھی بنے گا، اسی طرح شیخ کامل کا غائبانہ تصور جسے صوفیاء کرام رابطہ کہتے ہیں سالک کی ہدایت و اصلاح کا باعث بنتا ہے۔

رابطہ شیخ کا ثبوت حدیث شریف سے

حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب حلیۃ الاولیاء کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ مبارک نقل کیے ہیں ”وَاللّٰهُ كَاَنَّیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْکَ“ یعنی خدا کی قسم گویا کہ میں غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔ حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث شریف ذکر کرنے کے بعد وضاحت سے تحریر فرمایا۔

فَبِهَذَا الْحَدِيثِ وَأَمْثَالِهِ الْوَارِدَةِ فِي الصَّحَاحِ اسْتَنْبَطُوا جَوَازَ تَصَوُّرِ الشَّيْخِ وَلَهُ وَجْهٌ لِّكَتْلِهِ لَا يَفْهَمُ الْبُنَاطِرُ

اس حدیث شریف اور اس جیسی دوسری احادیث جو کہ صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، جامع ترمذی، نسائی شریف و دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں، سے صوفیاء کرام نے تصور شیخ کو جائز ثابت کیا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے لیکن اس بات کو مناظرے کرنے والے (جن کو تنقید برائے مخالفت کی عادت ہے) نہیں سمجھ پائیں گے۔

(ہدایۃ الانسان صفحہ ۱۰۲)

رابطہ شیخ کے بارے میں حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں: سالک کے لئے سب سے زیادہ قریب راستہ رابطہ شیخ ہے۔

بالفاظہ بدانند کہ حصول رابطہ شیخ مرید را بے تکلف و بے تحمل علامتِ جاننا چاہئے کہ بلا تکلف و محنت رابطہ شیخ میسر
 تام است در میان پیر و مرید کہ سبب افادہ و استفادہ است و ہیچ طریقے آجائے تو یہ پیر و مرید کے مابین مکمل مناسبت کی
 اقرب بوصول از طریق رابطہ نیست، تا کلام دولت مند را باں سعادت علامت ہے اور یہی فائدہ حاصل کرنے اور فائدہ
 مستعد سازند۔ پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ وہ خوش قسمت آدمی ہے جسے یہ سعادت نصیب ہو۔
 (مکتوب نمبر ۸۷ دفتر اول حصہ سوم)

اسی موضوع پر مشہور بزرگ عارف باللہ حضرت شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

مرید را باید کہ ربط قلب با پیر بود و معنی ربط قلب ایں یعنی مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر سے رابطہ قلب قائم کر لے۔
 است کہ بدانند کہ مرا بخدائے تعالیٰ نرساند مگر پیر من رابطہ قلب کا مطلب یہ ہے کہ مرید یہ سمجھے کہ مجھے میرا پیر ہی
 ”الشَّيْخُ فِي قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِي أُمَّتِهِ“ اشارہ در حق ایشان خدا تعالیٰ سے ملائکہ کوئی دوسرا نہیں۔ پیر اپنے مریدین کو اس
 است و ہرچہ پیر بفرماید ازاں تجاوز نکند اگرچہ ہزاراں طرح فائدہ اور فیض پہنچاتا ہے جس طرح نبی اپنی امت کو۔
 ہم عصر بانجا باشند و در آں وقت دیگر اں ہم پیراں و ”الشَّيْخُ فِي قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِي أُمَّتِهِ“ میں اسی جانب اشارہ ہے۔ مرید
 مرشد آں باشند و گویند کہ اگر مرید بدانند کہ بہتر از پیر کو چاہیے کہ جو کچھ پیر حکم فرمائے اس پر عمل کرے، اس سے
 من دیگرے ہست در کار مریدی درست نباید و غرض آگے نہ بڑھے، اگرچہ انکے ہزاروں ہم عصر دوسرے پیر و
 او حاصل نہ شود۔ مرشد بھی موجود ہوں۔ نیز مشائخ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرید
 یہ خیال کرے کہ میرے پیر سے بڑھ کر اور کوئی بزرگ ہے تو
 اس کی مریدی ابھی نا تمام ہے اور اسے پورا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

(لطائف المعانی ملفوظات حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۴)

مکتوبات امام ربانی سے درس

درس نمبر ۱۔ قرب الہی کا اہم ذریعہ فرائض کی بروقت اور درست ادائیگی

ہے۔

مکتوب نمبر ۲۹

بنام: شیخ نظام الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

آگاہ: عبارت مکتوب مثلاً: مقربات اعمال فرائض اندیا نوافل۔۔ تاہمیں حکم دارد

ترجمہ: بندہ کو اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچانے والے اعمال فرائض ہیں یا نوافل۔ فرائض کے مقابلے میں نوافل کا کوئی اعتبار نہیں۔

فرائض میں سے کسی ایک فرض کو وقت میں ادا کرنا ہر سال کے نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے، اگرچہ وہ نوافل اخلاص نیت کے ساتھ ادا کئے جائیں۔ وہ نوافل نماز ہوں یا زکوٰۃ، روزہ ہوں یا ذکر و فکر یا انکی مثل کوئی اور نفلی عمل ہو۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ فرائض کی ادائیگی کے وقت اس فرض کی سنتوں میں سے کسی سنت یا مستحبات میں سے کسی مستحب کی رعایت کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔

وضاحت: یعنی فرض ادا کرتے وقت اس کی سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کرنا علیحدہ نوافل ادا کرنے سے افضل ہے۔ اس لئے کہ فرائض تو دین کیلئے ستون کی مانند ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”الصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّينِ“ یعنی نماز دین کا ستون ہے۔ نیز فرائض قرب الہی کا اہم ذریعہ ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ

ترجمہ: میرا بندہ میرا قرب حاصل کرنے کیلئے جو کچھ کرتا ہے میرے
 نزدیک ان میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ عبادت ہے جو میں نے
 اس پر فرض کی ہے، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے میرا قرب
 حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں۔

وَمَا تَقْرَبُ إِلَى عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا
 افترضت عليه وما يزال عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ
 بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أَحْبَبْتُهُ

درس نمبر ۳۔ آدابِ نماز کی رعایت

مکتوب نمبر ۲۹

بنام۔ شیخ نظام تھا نسیری علیہ الرحمۃ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد: پس رعایت ادب یو اجتناب از مکروہ ہے۔۔۔ تا ازاں بہتر است۔۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ۔۔ تا قضا فرمودند۔

ترجمہ: لہذا کسی ایک مستحب کی رعایت کرنا اور مکروہ سے بچنا خواہ وہ مکروہ تنزیہی ہو، ذکر و فکر اور مراقبہ و توجہ سے بدرجہا بہتر ہے چہ جائیکہ مکروہ تحریمی ہو۔ ہاں البتہ اگر یہ چیزیں مذکورہ رعایت اور پرہیز کے ساتھ مذکورہ امور جمع ہو جائیں تو ”فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا“ پھر یقیناً بڑی کامیابی ہے۔ ورنہ اس کے بغیر بالکل بے فائدہ تکلیف ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کی مد میں ایک پیسہ ادا کرنا نفلی طور پر سونے کے پہاڑ صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ اسی طرح صدقہ کے آداب کا لحاظ رکھنا مثلاً اقرب بی رشتیدار، مسکین کو دینا بہت ہی بہتر ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے وضو کے مستحبات میں سے ایک مستحب ترک ہو جانے کی بنا پر اپنی چالیس سال کی نمازیں دوبارہ پڑھیں۔

درس نمبر ۴۔ علم مجاہدے کا نام ہے

مکتوب نمبر ۲۹

بنام۔ شیخ نظام تھا نیسری علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

اَمَّا بَعْدُ: علم میان دو مجاہدہ است، یکے مجاہدہ در طلب آں قبل از حصول، و مجاہدہ دوم در استعمال آں بعد از حصول پس باید ہم چنانکہ در مجلس شریف از کتب تصوف مذکور می شود از کتب فقہیہ نیز مذکور شود و کتب فارسی بعبارات فارسی بسیار اند مثل مجموعہ خانی، و عمدۃ الاسلام، و کنز فارسی بلکہ از کتب تصوف اگر مذکور نہ شود باکے نیست کہ باحوال تعلق دارد و در قال در نہ می آید و۔۔۔ والتسلیمات

ترجمہ: علم دو مجاہدوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ایک مجاہدہ وہ جو علم حاصل ہونے سے پہلے اس کی طلب میں کیا جاتا ہے اور دوسرا مجاہدہ وہ ہے جو علم حاصل کرنے کے بعد استعمال کے وقت ہوتا ہے۔ تو چاہئے کہ جس طرح آپ کی مجلس شریف میں تصوف کی کتابوں کا درس ہوتا ہے اسی طرح فقہ کی کتابوں کا درس بھی ہونا چاہئے۔ فقہ کی کتابیں فارسی زبان میں عام ہیں۔ مثلاً مجموعہ خان، عمدۃ الاسلام، اور کنز فارسی بلکہ اگر تصوف کی کتابوں کا ذکر نہ ہو تو کچھ خوف نہیں کیونکہ وہ احوال سے تعلق رکھتے ہیں اور قال میں نہیں آتے جبکہ فقہ کی کتابوں کا مذکور نہ ہونا نقصان کا احتمال رکھتا ہے۔ مزید کیا طویل بیانی کی جائے۔ اَلْقَلِيلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيرِ تھوڑا کلام زیادہ پر دلالت کرتا ہے۔ شعر:

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم کہ

دل آزرده شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: آپ کے سامنے دل کا غم بہت کم بیان کیا ہے اس خوف سے کہ کہیں آپ کی دل آزاری نہ ہو ورنہ باتیں بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال متابعت نصیب فرمائے۔ آمین

درس نمبر ۵۔ صحبت کے فائدے

دفتر اول، حصہ سوم، مکتوب نمبر ۱۷۹

بنام۔ پہلوان محمود علیہ الرحمۃ

ثَبِّتْکُمْ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ عَلٰی جَادَةِ الشَّرِیْعَةِ

اما بعد: سعادتمند کسے است کہ دلش از دنیا سر دشنہ باشد والا کرام

اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت کی شاہراہ پر استقامت سے رکھے۔ آمین۔ سعادتمند آدمی وہ ہے جس کا دل دنیا کی محبت سے خالی ہو گیا ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرا ہوا ہو۔ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سردار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور جب سے اسے پیدا کیا ہے اس کی طرف نظر نہیں فرمائی، دنیا اور دنیا دار طعن و ملامت سے داغدار ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ ”الدُّنْيَا مَلْعُونٌ وَالْبَلْعُونَةُ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرُ اللَّهِ“ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر۔ چونکہ اللہ کا ذکر کرنے والے لوگ بلکہ ان کے وجود کا ہر ایک ذرہ اللہ سبحانہ کے ذکر میں پڑ ہے اس لئے وہ اس وعید سے خارج ہونگے بلکہ وہ دنیا داروں کے شمار میں بھی نہیں آتے۔ اس لئے کہ دنیا کہتے ہی اس چیز کو ہیں جو دل کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی یاد سے باز رکھے اور اس کے غیر کے ساتھ مشغول کر دے۔ خواہ وہ جاہ طلبی، حکمرانی کی خواہش ہو یا تنگ و ناموس، عزت و شہرت پر فخر۔ ارشاد خداوندی ہے کہ

”فَاعْرِضْ عَنْنِ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا“ ترجمہ: پھر منہ موڑ لے اس شخص سے جس نے ہمارے ذکر سے منہ موڑ رکھا ہے۔

نص قطعی ہے۔ لہذا جو کچھ بھی دنیا کی قسم سے ہے وہ وبال جان ہے اور دنیا دار لوگ دنیا میں ہمیشہ تفرقہ و پریشان حالی میں ہیں اور آخرت میں بھی حسرت و ندامت والوں میں سے ہونگے۔ دنیا کی ترک کی حقیقت سے مراد یہ ہے کہ اس میں رغبت ترک کر دی جائے اور ترک رغبت اس وقت مکمل سمجھا جائے گا جب اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہو جائیں اور یہ

نعمت اہل اللہ کی صحبت کے بغیر حاصل ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ اگر ایسے بزرگوں کی صحبت میسر آجائے تو اس کو غنیمت سمجھ کر اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دینا چاہئے۔ میاں شیخ مزملؒ کی صحبت آپ لوگوں کیلئے غنیمت ہے، ایسے عزیز الوجود عزیز سرخ گندھک سے زیادہ نایاب ہیں۔

وضاحت: مشائخ کرام کے خلفاء کرام یا تربیت یافتہ مریدین جس شہر یا بستی میں رہتے ہوں، مقامی لوگوں کو چاہئے کہ انکی قدر کریں اور ان سے اپنے شیخ کے فیوض و برکات حاصل کریں۔ خلفاء کرام مشائخ کے نائب ہوتے ہیں، ان کے حلقہ ذکر اور صحبت سے روحانی و باطنی ترقی ہوتی ہے۔ ان کو اپنے جیسا آدمی سمجھنا نادانی ہے۔ گو بظاہر وہ کم علم یا سادہ صفت ہوں لیکن انکے سینوں میں موجود فیض اکسیر اعظم کا اثر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضور سید البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے امین۔ **رَبَّنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ اللَّهُ**۔ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور آپ کو حضرت سید البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر استقامت عطا فرمائے والسلام والا کرام۔

درس نمبر ۶۔ دوام ذکر

حصہ سوم، مکتوب نمبر ۱۹۰

بنام۔ میر محمد نعمان علیہ الرحمۃ کے فرزندوں میں سے ایک فرزند کو لکھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ الطَّہْرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

دانا و آگاہ باشی۔۔۔ تا۔۔ ملاحظہ نمائی۔

آگاہ و باخبر ہو جائیں کہ آپ کی بلکہ تمام اولاد بنی آدم کی سعادت، نجات اور فلاح سب کچھ اللہ جل سلطانہ کے ذکر میں ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے تمام اوقات کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں صرف کریں اور ایک لمحہ بھی غفلت نہ برتیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی ابتدا ہی میں دوام ذکر میسر آ جاتا ہے اور ابتداء میں نہایت کے درج ہونے کے طریقے کی وجہ سے یہ نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے طالب کیلئے اس طریقہ کا اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے بلکہ لازم و واجب ہے۔ پس تجھے چاہئے کہ اپنے قلب کی توجہ کا رخ دوسرے تمام اطراف سے پھیر کر مکمل طور پر اس طریقہ عالیہ کے مشائخ کرام کی طرف متوجہ کر دیں اور ان کے باطن پاک سے مدد طلب کریں۔ ابتداء میں ذکر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چاہئے کہ قلب صنوبری کی طرف متوجہ رہیں۔ یہ گوشت کالو تھڑا حقیقی قلب کیلئے ایک حجرہ کی مانند ہے۔ اسم مبارک کا اسی قلب سے تصور کریں اور اس وقت جان بوجھ کر کسی عضو کو حرکت نہ دیں بلکہ مکمل طور پر قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائیں اور اپنی قوت متخیلہ میں قلب کی صورت کو بھی جگہ نہ دیں، نہ اسکی طرف متوجہ رہیں۔ اسلئے کہ مقصود چیز قلب کی طرف متوجہ ہونا ہے، اس کی اپنی صورت مقصود نہیں ہے۔ اس وقت اسم جلالت اللہ کا بے چوں و چگوں یعنی کسی صورت و کیفیت کے بغیر تصور کریں۔

درس نمبر ۸۔ اتباع سنت

مکتوب نمبر ۴۲

بنام۔ شیخ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

اَمَّا بَعْدُ: سَلَّمَ اللہُ سُبْحَانَهُ اَدَمی تازمانے کہ بدنس تعلقات پر اگندہ متلوٹ است محروم و محجور است۔۔۔ تا۔۔۔ الدولہ

ترجمہ۔ آدمی جب تک خیالات کو منتشر کرنیوالے تعلقات کی میل کچیل سے آلودہ ہے محروم ہے اور محبوب حقیقی سے دور ہے۔ حقیقت جامع کے آئینہ کو غیر اللہ کی محبت کے زنگ سے پاک و صاف کرنا بہت ضروری ہے اور اس زنگ کو دل سے دور کرنیوالا سب سے بہتر آلہ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشن سنتوں کی تابعداری ہے۔ اسلئے کہ اتباع سنت کا مدار ہی نفسانی عادتوں کے ہٹانے اور برے رسموں کے مٹانے پر ہے۔ لہذا اس شخص کو مبارک ہو جسے یہ اتباع سنت کی عظیم نعمت حاصل ہے اور افسوس ہے اس شخص کے حال پر جو اس بلند مرتبہ دولت سے محروم رہا۔

درس: اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں ”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ“ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو امر لازم اور اپنی محبوبیت کا وسیلہ بنایا۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ یعنی میری سنت کو لازم پکڑو فرما کر مزید یہ خوشخبری بھی سنائی ”مَنْ تَبَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادٍ اُمَّتِیْ فَلَهُ اَجْرٌ مِّثْلَ شَهِیدٍ“ یعنی جس نے میری سنت کو فساد کے وقت مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس شخص کے واسطے سوشہید کا ثواب ہے۔ اسی لئے تمام سلاسل کے مشائخ نے اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خود بھی عمل کیا اور اپنے مریدین کو بھی اسکی تلقین کی۔

والسلام علیکم وعلیٰ من اتبع الهدی

درس نمبر ۹۔ نماز کی پابندی

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۵۸

بنام۔ مرزا فتح اللہ حکیم علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

أَمَّا بَعْدُ۔ وَفَقَّكُمْ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِبِرْضِيَّاتِهِ أَدْمَى رَاهِمَ چنانکہ۔۔۔۔۔ تا۔۔۔۔۔ مستبعد نیست

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی پسند کے اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ آدمی کیلئے جس طرح عقائد درست رکھنا ضروری ہیں ویسے ہی اعمال صالحہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور تمام عبادات میں جامع عبادت اور تمام طاعات میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب کرنیوالا عمل نماز ادا کرنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ”الصَّلَاةُ عِبَادَةُ الدِّينِ مَنْ أَقَامَ الصَّلَاةَ فَقَدْ أَقَامَ الدِّينَ وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدِمَ الدِّينَ“ نماز دین کا ستون ہے، جس نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اس کو ترک کر دیا اس نے دین کی عمارت کو گرا دیا۔ اور جس کو پابندی سے نماز ادا کرنے کی توفیق مل جاتی ہے اس کو بے حیائی اور برائیوں سے بچنے کی توفیق دی جاتی ہے۔ آیت کریمہ ”إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ“ سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے اور جو نماز ایسی نہیں کہ نمازی گناہوں سے باز آئے تو وہ صرف صورت کی نماز ہوتی ہے اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ لیکن حقیقت حاصل ہونے تک تصور کو نہ چھوڑا جائے مالا یدرک کلمہ لایترک کلمہ کہ جو چیز مکمل طور پر حاصل نہ ہو اس کو بالکل چھوڑ دیا نہیں جاتا بلکہ جو مل پاتا ہے اسے لیکر مزید کی کوشش کی جائے، جبکہ وہ اکرم الاکریمین اگر صورت کو حقیقت کے ساتھ اعتبار کر لے یعنی صورت نماز کو شرف قبول بخشے تو اس کے لیے کچھ بعید نہیں۔

وضاحت: دین اسلام میں ایمان کے بعد اور اعمال میں سب سے مقدم نماز ہے۔

درس نمبر ۱۰۔ جوانی کی عبادت

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۵۸

بنام۔ مرزا فتح اللہ حکیم علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

اَمَّا بَعْدُ : فَعَلَيْكُمْ بِمُواظَاةِ اَدَاءِ الصَّلَاةِ

پس آپ پر لازم ہے کہ پابندی سے اور باجماعت خشوع و خضوع یعنی عاجزی و انکساری کے ساتھ نمازیں ادا کریں۔ اس لئے کہ یہی نجات اور فلاح کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ”قَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنُونَ۔ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔“ تحقیق کامیاب ہوئے وہ مؤمن جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع کرتے ہیں۔ بہادری کا کام وہی ہے جو خطرہ کے وقت کیا جائے۔ دشمن کے غلبہ کے وقت اگر سپاہی معمولی کوتاہی کرتے ہیں تو اس سے بڑا اعتبار پیدا ہوتا ہے۔ نوجوانوں کی نیکی کو اسی لیے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کہ نفسانی خواہشات کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو نیکی کی راہ پر لگا دیا ہے۔ اصحاب کہف کو اس قدر شرف و بزرگی فقط ایک عمل یعنی دین کے مخالفوں سے ہجرت کر جانے کے باعث حاصل ہوا۔ حدیث شریف میں ہے ”عِبَادَةُ فِي الْهَرَمِ كَهَجْرَةِ الْإِلَ“ یعنی دشواری کے وقت عبادت کرنا مثلاً سخت سردی میں اٹھ کر تہجد پڑھنا یا فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کیلئے مسجد کی طرف جانا گویا میری طرف ہجرت کرنا ہے۔ لہذا جو چیزیں اطاعت و عبادت میں رکاوٹ بنتی ہیں حقیقت میں عین باعث ثواب ہیں کہ کئی گنا زیادہ اجر ملتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا لکھا جائے۔ فرزندِ شیخ بہاؤ الدین کو فقیروں کی صحبت پسند نہیں آئی، امیروں، دنیا داروں کی طرف مائل ہیں اور ان سے میل جول زیادہ رکھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ انکی صحبت جان لیوا زہر ہے اور انکے مرغن کھانے باطن کی سیاہی بڑھانے والے ہیں۔ الحذر، الحذر، الحذر۔ ان سے بچو، ان سے بچو، ان سے بچو، ان سے بچو۔

حدیث شریف میں ہے ”مَنْ تَوَاضَعَ لِيَغْنَاهُ ذَهَبٌ ثُلُثُ دِينِهِ“ ترجمہ: جس نے کسی دولت مند کے سامنے اس کی دولت کے باعث تواضع کی اس کے دین کے دو تہائی حصے چلے گئے۔ پس افسوس ہے اس شخص پر جو دنیا دار کے سامنے اس کی دنیا داری کے باعث عاجزی کا اظہار کرے۔

واللہ سبحانہ الموفق۔

درس نمبر ۱۱۔ تواضع کی اہمیت

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۶۸

بنام۔ خانِ خاناں علیہ الرحمۃ

(تمہید: حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہ السامی نے جہاں عوام الناس کی مثالی اصلاح کی، وہاں وقت کے بادشاہوں، امیروں، وزیروں کی بھی حکیمانہ انداز میں اصلاح فرمائی۔ ایسے ہی ایک امیر کبیر حضرت خانِ خاناں رحمۃ اللہ علیہ جو کہ سلطان وقت کے صاحب تھے اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمند بھی تھے اور فقیروں کی مالی خدمت بھی دل سے کرتے تھے، امیر طبقہ کے لوگ خواہ وہ نیک و صالح ہوں عموماً خودی و تکبر کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خانِ خاناں رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند خطوط بھیجے جن سے تکبر اور بے ادبی کا انداز ظاہر ہوتا تھا۔ آپ نے اس کے جواب میں بے باکانہ انداز میں ناصحانہ درج ذیل مکتوب تحریر فرمایا۔)

الخیر فیما منع اللہ سبحانہ، مخدوماً

من آنچه شرط بلاغ است باتوے گویم۔۔۔ تو خواہ از سختم پند گیر خواہ ملال

بہتر وہی ہے جو خدا کرے۔ مخدوم صاحب! جو کہنے کا حق ہے میں آپ سے کہہ دیتا ہوں، خواہ آپ میرے کلام سے نصیحت حاصل کریں یا ملال۔ تواضع کرنا امیروں کو زیب دیتا ہے اور بے نیازی فقیروں کو، اس لئے کہ کسی بھی مرض کا علاج اس کی ضد سے ہوتا ہے۔ تمہارے تینوں خطوط سے بے نیازی ہی سمجھ میں آتی ہے۔ اگرچہ آپ کا مقصود تواضع تھا، مثلاً آپ نے اپنے آخری خط میں لکھا تھا کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو۔۔۔ ایسی عبارت غور کر کے دیکھیں کہ کہاں لکھنی چاہیے تھی۔ میں مانتا ہوں کہ آپ نے فقراء کی بہت خدمت کی ہے، لیکن آداب خدمت کا لحاظ کرنا بھی بہت ضروری ہے تاکہ خدمت کا ثمرہ حاصل ہو سکے، ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے۔ پیرومرشد کے آداب کو ملحوظ نہ رکھا جائیگا تو شیخ کی نظر عنایت سے سالک محروم رہیگا۔ نتیجاً شیخ کے وسیلے سے حاصل ہونے والا قرب الہی بھی میسر نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر سالک کو اس سے محفوظ رکھے۔ امین

ترجمہ: اگرچہ یہ باتیں تلخ معلوم ہوتی ہوگی لیکن آپ کے خوشامد کرنیوالے بہت ہیں انہی پر اکتفاء کریں، ہم سے خوشامد کی توقع نہ رکھیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ فقراء سے تعلق کا مقصود ہے پوشیدہ عیوب پر مطلع ہونا اور اپنی مخفی برائیوں سے باخبر ہونا ہے، لیکن جان لیں کہ اس قسم کے باتوں کا اظہار دل آزاری کیلئے نہیں ہے۔ یقین کر لیں کہ یہ محض خیر خواہی اور دل سوزی کے اظہار کیلئے ہے۔ الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ۔

درس نمبر ۱۳۔ طریقِ نجات

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۶۹

بنام۔ خانِ خاناں علیہ الرحمۃ

بالجملہ طریق النجاة متابعت اہل السنۃ والجماعت۔۔۔ اللہم نبہنا قبل ان ینبہنا الموت

خلاصہ کلام یہ کہ نجات کا راستہ قول و فعل، کلیات و جزئیات میں مسلک اہل سنت والجماعت کی متابعت کرنے میں ہے۔ اس لئے کہ یہی نجات پانے والا گروہ ہے، انکے سوا جتنے بھی فرقے ہیں زوال کے مقام پر اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔ آج اس بات کو کوئی جانے یا نہ جانے لیکن کل قیامت کے دن ہر ایک جان لیگا لیکن وہ اس کو کچھ نفع نہ دیگا۔ یا اللہ ہم کو غفلت سے بیدار کر، اس سے پہلے کہ موت آکر بیدار کرے۔ آمین

درس نمبر ۱۴۔ اتباع سنت

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۷۰

بنام۔ خانِ خاناں علیہ الرحمۃ

زندگانی چند روزہ را بروقت اتباع صاحب شریعت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام باید بسر برد۔

اپنی چند روزہ زندگی کو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری میں بسر کرنا چاہیے، تاکہ آخرت کے عذاب سے نجات اور دائمی نعمتوں کا حصول اسی اتباع کی سعادت سے وابستہ ہے۔ لہذا بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چوپایوں کی زکوٰۃ پوری طرح ادا کرنی چاہیے اور اسے مال اور چوپایوں کی محبت میں گرفتاری سے بچنے کا ذریعہ بنایا جائے۔ لذیذ بعام اور نفیس لباس کے استعمال میں نفس کا حظ پیش نظر نہ ہونا چاہیے۔ کھانے اور پینے سے مقصود ادائے عبادت میں قوت کا حصول ہو۔ نفیس لباس آیہ کریمہ ”خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ“ کو عند کل صلوٰۃ کے مطابق زینت کی نیت سے پہننا چاہیے۔ کسی اور نیت کو شامل نہ کیا جائے۔ اگر حقیقی نیت میسر نہ ہو تو خود کو تکلف سے اس نیت پر لانا چاہیے۔ ”فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا قَتَبًا كُتًّا“ اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنالو۔ یہ حدیث شریف کے کلمات ہیں جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ التماس کرتے رہیں کہ حقیقت نیت نصیب ہو اور تکلف سے دور ہو جائے شعر :

می تواند کہ دہد اشک مرا حسن قبول

آنکہ در ساخته است قطره بارانی را

جس ذات پاک نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا عین ممکن ہے کہ میرے آنسوؤں کو بھی شرف قبول بخشے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام امور میں دیندار علماء کے فتویٰ کے موافق عمل کریں جو عزیمت کے راستے پر چلتے ہیں اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں اور اسی کو ابدی نجات کا وسیلہ سمجھنا چاہیے۔

درس نمبر ۱۵۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اتباع سنت

حصہ اول، دفتر اول، مکتوب نمبر ۳۷

بنام۔ شیخ محمد خیری علیہ الرحمۃ

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بہ برکت اکابر اس طریقہ عالیہ بے نہایت کرامت فرماید

اللہ تعالیٰ اس طریقہ عالیہ کو اکابرین کے صدقہ میں بے انتہا ترقیاں عطا فرمائے آمین۔

مشائخ نقشبندیہ کا طریقہ اکسیر ہے اور اس کا مدار اتباع سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ہے۔ یہ فقیر اپنے موجودہ حال کے متعلق لکھتا ہے کہ بہت عرصہ تک علوم و معارف اور احوال و مواجید موسم ساون کے بادلوں کی طرح وارد ہوتے رہے اور جو کام کرنا چاہیے تھا اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہو گیا، اس وقت کوئی اور آرزو نہیں مگر یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے۔ احوال و مواجید اہل ذوق کے پاس رہیں، ہمیں اتباع سنت چاہیے۔ اور چاہیے کہ اپنے باطن کو ان بزرگوں کی نسبت سے آباد کیا جائے اور اپنے ظاہر کو مکمل طرح سے ظاہری سنتوں کی تابعداری سے مزین و آراستہ رکھا جائے مصرعہ:

کار این است غیر این ہمہ ہیچ

ترجمہ: اصل کام یہی ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

پانچ وقت نماز اول وقت میں ادا کیا کریں، مگر سردیوں میں عشاء کی نماز رات کے تیسرے حصہ تک تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے۔ اس معاملہ میں یہ فقیر بے اختیار ہے۔ بال برابر بھی ادائے نماز میں تاخیر کی گنجائش نہیں چاہتا، البتہ بشری عذر کی بنا پر تاخیر اس سے مستثنیٰ ہے۔

درس: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت میں نماز ادا کرنے کو تمام اعمال سے افضل قرار دیا ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء تاخیر سے ادا کرنے کی ترغیب دی ہے، حتیٰ المقدور انکی کوشش کرنی چاہیے۔

درس نمبر ۱۶۔ اجزائے شریعت

دفتر اول، حصہ اول، مکتوب ۳۶

بنام۔ ملا حاجی محمد لاہوری علیہ الرحمۃ

حَقَّقْنَا اللَّهُ وَإِيَّاكُمْ بِحَقِيقَتِ الشَّرِيعَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ وَالتَّحِيَّةِ وَيَرْحَمُ اللَّهُ عَبْدَ أَقَالَ إِمِينَا

شریعت راسہ جزو است۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو مصطفوی شریعت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت پر استقامت فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحمتیں نازل فرمائے جس نے آمین کہا۔

شریعت کے تین جز ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک تینوں جز پوری طرح حاصل نہ ہوں شریعت پوری طرح سے حاصل نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگئی جو کہ دنیا و آخرت کی تمام چیزوں سے بلند تر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے۔ لہذا شریعت دین اور دنیا کی تمام سعادتوں کی جامع ہے۔ اس کے بعد کوئی ایسا مقصد نہیں رہ جاتا جس کے حاصل کرنے کے لیے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت ہو۔ طریقت اور حقیقت جن سے صوفیا ممتاز ہیں یہ دونوں تیسرے جز یعنی اخلاص کی تکمیل کیلئے شریعت کی خادم ہیں۔ لہذا ان دونوں کے حاصل کرنے کا مقصد شریعت کی تکمیل ہے اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

درس: اس مکتوب شریف میں حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہ نے ناقص صوفیاء اور رسمی علماء کے کردار کی بنا پر اہل حق صوفیاء کرام پر کئے جانے والے بعض اعتراضات اور غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا ہے۔ بعض صوفی شریعت کو اہمیت نہیں دیتے اور طریقت کے نام پر بعض اعمال و اوراد پر اکتفا کر کے اپنے آپ کو کامل سمجھتے ہیں۔ اسی طرح علماء ظاہر طریقت و حقیقت کو شریعت سے الگ ایک انوکھی چیز خیال کرتے ہیں اور تصوف و طریقت کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ دراصل یہ دونوں گروہ شریعت و طریقت کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور جو اس مقام پر فائز ہیں وہ شریعت و

طریقت کے جامع ہیں۔ ائمہ فقہاء کرام محدثین و نامور صوفیاء کرام رضی اللہ عنہم عالم بھی تھے اور صوفی بھی۔ معارف لدنیہ میں حضرت امام ربانی مجدد و منور قدس سرہ فرماتے ہیں حقیقت عبارت از حقیقت شریعت است۔۔۔ البینات

ترجمہ: یعنی حقیقت سے مراد شریعت کی حقیقت ہے نہ یہ کہ حقیقت شریعت سے الگ کوئی اور چیز ہے اور طریقت سے مراد حقیقت شریعت تک پہنچنے کا طریقہ ہے، شریعت حقیقت کے مخالف کوئی چیز نہیں۔ شریعت کی حقیقت حاصل ہونے سے پہلے صرف شریعت کی صورت کا حصول ہوتا ہے، جبکہ شریعت کی حقیقت اطمینان نفس کے مقام پر پہنچ کر حاصل ہوتی ہے جہاں اسے ولایت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ علم و عمل علماء سے حاصل ہوتا ہے اور اخلاص صوفیاء کرام کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔

درس نمبر ۱۔ اتباع سنت نبویہ

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۴۱

بنام۔ حضرت شیخ درویش محمد علیہ الرحمۃ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد: عبارت مکتوب: حق سبحانہ و تعالیٰ ظاہر و باطن را بمتابعات سنت سنہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ متحلی و متزین گرداناد بحر مت النبی وآلہ الامجاد علیہ و علیہم الصلوٰات والتسلیمات۔۔۔ تاوا حسن تادیبی۔

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن کو نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی تابعداری سے مزین و خوبصورت بنائے آئین۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے رب کے محبوب ہیں۔ جو چیز اچھی لگتی ہے اور پسند آتی ہے وہ محبوب کیلئے ہوتی ہے یعنی محبوب کی پسند محب کی پسند ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے ”إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ“۔ بے شک آپ اخلاق عظیم پر فائز ہیں۔ نیز ارشاد فرمایا ”إِنَّكَ لَبِينَ الْمُرْسَلِينَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“۔ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں اور راہ راست پر ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا ”إِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ“۔ بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، تم اسی پر چلو، اور راستوں پر نہ چلو۔ اللہ عز و جل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا اور اس کے ماسوا کو ٹیڑھے راستوں میں داخل فرمایا اور ان کی اتباع سے منع فرمایا، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا شکر کرتے ہوئے اور مخلوق کو ہدایت کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ”خَيْرُ الْهُدَىٰ هَدَىٰ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“۔ اور سب سے بہتر ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے۔ نیز فرمایا ”أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي“۔ میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور عمدہ طریقہ پر میری تعلیم و تادیب کی۔

درس: یوں تو تمام مؤمن اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ الایۃ لیکن محبوبیت کے جس مقام پر انبیاء کرام علیہم السلام عموماً اور سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً فائز ہیں وہاں تک عام انسانوں کی رسائی کہاں۔ پھر بھی تواضع کا یہ عالم کہ فرمایا ”**اَلَا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرٌ**“۔ یاد رکھو میں اللہ کا محبوب ہوں لیکن یہ بات میں فخر یہ نہیں کہتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنا محبوب بنالینے کا طریقہ ہی یہ بتایا کہ میرے محبوب کی تابعداری کرو تو میرے محبوب بن جاؤ گے۔ اور یہ ایک اصول محبت ہے کہ محبوب کو اچھی سے اچھی چیز دی جاتی ہے اور یہ کہ محبوب کی ہر پسندیدہ چیز کو پسند کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کتاب دی، تمام سابق دینوں کی نسخ شریعت دی اور آپ کے خُلق کو خُلقِ عظیم فرمایا اور قرآن مجید میں حکم کیا کہ ”**قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ**“۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کو فرما دیجیے کہ اگر وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کریں۔

درس نمبر ۱۸۔ محبوب کے محبوب شامل

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۴۱

بنام۔ شیخ درویش محمد علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

اما بعد۔ عبارت مکتوب: مقرر است در ہر چیز کہ اخلاق و شامل محبوب یافتہ شود۔۔۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جس چیز میں محبوب کے اخلاق و عادات پائی جاتی ہیں وہ چیز محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب معلوم ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت ”فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ“ میں اسی رمز کا بیان ہے۔ لہذا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری میں کوشش کرنا محبوبیت کے مقام پر پہنچانے والا عمل ہے، اس لئے ہر عقلمند و داناء پر لازم ہے کہ اپنے ظاہر اور باطن کو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل طریقہ پر پابند بنائیں۔

درس: لہذا تمام مسلمانان عالم کو چاہیے کہ اپنی ظاہری شکل و صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت کو نمایاں کریں اور ظاہری اعمال اور باطنی ارادات و خیالات کو بھی شریعت و سنت کے تابع بنائیں۔ اخلاق و اطوار وہ اپنائیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر فرمایا اور ان بدعات و رسومات اور بد اعمالیوں سے دور رہیں، جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

درس نمبر ۱۹۔ طریقت و شریعت

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۴۱

بنام۔ شیخ درویش محمد علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

و باطن متمم ظاہر است و مکمل آں۔۔۔

اور باطن ظاہر کو مکمل کرنے والا ہے، یہ بال برابر بھی ایک دوسرے سے مخالفت نہیں رکھتے۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور جھوٹ کے خیال کو بھی دل سے نکال دینا طریقت اور حقیقت ہے اور اگر یہ دل سے جھوٹ کا خیال تک نکال دینا تکلف و محنت سے حاصل ہو تو طریقت ہے اور اگر تکلف کے بغیر حاصل ہو جائے تو حقیقت ہے۔ لہذا حقیقت یہ ہے کہ باطن جس کو طریقت و حقیقت کہتے ہیں، ظاہر یعنی شریعت کو مکمل کرنے والا ہے اور طریقت کے بغیر کم ہی لوگوں کو یہ نعمت میسر آتی ہے۔

توضیح: اس مکتوب میں حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واضح الفاظ میں یہ حقیقت عیاں فرمادی کہ شریعت و طریقت یا ظاہر و باطن ایک بال برابر بھی ایک دوسرے سے مخالف و متضاد نہیں ہیں۔

شریعت: احکام اسلامی، یعنی اوامر و نواہی کا نام ہے۔

طریقت: ان احکام پر بتکلف عمل کرنے پر، چاہے نفس آمادہ ہو نہ ہو، عمل کیا جائے تو طریقت ہے۔

حقیقت: اگر بلا تکلف عمل کی توفیق حاصل ہو بلکہ ایک طرح سے حظ بے کیف محسوس ہو تو یہ حقیقت ہے۔

درس نمبر ۲۰۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا خاصہ اتباعِ شریعت و سنت

حصہ چہارم، مکتوب نمبر ۲۳۷

بنام۔ ملا محمد بیانی علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

ثَبَّتَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَإِيَّاكُمْ عَلَى جَادَةِ الشَّرِيعَةِ الْحَقَّةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ۔۔۔ تا۔۔۔ البلاغ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اور آپ کو شریعت حقہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی شاہراہ پر ثابت قدم رکھے آمین۔ اے میرے نیک بھائی طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن سنتوں کی تابعداری کی ہے اور عزیمت پر عمل کیا ہے۔ اگر اسی پابندی اور اختیار کے ساتھ ان کو حال و وجد سے مشرف کیا جاتا ہے تو اسے نعمت عظیم سمجھتے ہیں، لیکن اگر حال اور وجد تو ان کو دیئے جائیں اور اس پابندی اور اختیار میں کوئی کوتاہی معلوم کریں تو اس میں اپنا خسارہ جانتے ہیں۔ کیوں کہ ہندوستان کے برہمن اور ہندو جوگی اور یونان کے فلسفی بھی ظاہری تجلیات، مثالی مکاشفات اور توحیدی علوم تو بہت خوب جانتے ہیں لیکن خرابی اور رسوائی کے سوا ان کو کچھ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ سے دوری اور محرومی کے سوا ان کو کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

اے میرے بھائی چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان بزرگوں کے سلسلے سے منسلک ہوئے ہیں تو اب ضروری ہے کہ پابندی سے ان کی تابعداری کریں اور بال برابر بھی ان کی مخالفت کی گنجائش نہ رکھیں، تاکہ ان کے کمالات سے فائدہ مند ہو سکیں اور نفع حاصل کر سکیں۔ سب سے پہلے آپ اپنے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقائد کے موافق درست کریں۔ دوم یہ کہ فرض، واجب، سنت، مستحب، اور حلال و حرام، مکروہ مشتبہ جو کہ علم فقہ سے مذکور ہیں، کا علم حاصل کریں اور اس علم کے مطابق عمل بھی کریں۔ تیسرے درجہ پر علوم صوفیہ کی باری آتی ہے۔ جب تک سالک مذکورہ دو کو یعنی عقائد اور علم و عمل فقہ درست نہیں کر لیتا عالم قدس میں اڑنا اور قرب الہی حاصل کرنا محال ہے۔ ان

دونوں بازوؤں کے بغیر اگر حال و وجد میسر ہو بھی جائیں تو اس میں اپنا خسارہ ہی سمجھنا چاہیے اور ایسے حال و وجد سے پناہ مانگنی چاہیے۔

ما علی الرسول الا البلاغ۔

درس نمبر ۲۱۔ شکر پروردگار

مکتوب نمبر ۷۱

بنام۔ مرزا داراب بن خان خانان رحمۃ اللہ علیہا

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

أَمَّا بَعْدُ: أَيُّدُكُمْ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَنَصْرُكُمْ، شُكْرُ مَنْعٍ بِزْمَنْعِهِ وَاجِبٌ اسْتِـ... تا آخر۔

اللہ تعالیٰ آپ کی تائید کرے اور فتح و نصرت عطا کرے۔ نعمت کرنے والے کا شکر عقلی اور شرعی طور پر منعم علیہ یعنی جس پر نعمت کی گئی ہو اس پر واجب ہے اور یہ ہر کسی کو معلوم ہے کہ شکر اسی قدر واجب ہوتا ہے جس قدر نعمت پہنچے، لہذا جس قدر نعمت زیادہ ہوگی اسی قدر زیادہ شکر کرنا واجب ہوگا۔ لہذا دنیا داروں پر ہم غریبوں کی نسبت ان کے درجات کے تفاوت کے مطابق کئی گنا زیادہ شکر کرنا واجب ہوگا۔ لہذا اس امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے فقراء دو تلمذوں سے پانچ سو سال پہلے بہشت میں جائیں گے۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں ”يَدْخُلُ الْفَقْرُ آئِي الْجَنَّةِ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ“۔ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ ترمذی شریف میں موجود اس حدیث سے مراد وہ فقراء ہیں جو غربت و فقری پر شکرو صبر سے رہیں، ساتھ ہی متقی و پرہیزگار بھی ہوں۔ فقط مسکین و غریب ہونا کافی نہیں ہے۔ منعم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر اس طرح ادا کیا جائے کہ سب سے پہلے اپنے عقائد نجات یافتہ گروہ یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق درست کئے جائیں۔ دوم یہ کہ اسی جماعت کے ائمہ مجتہدین کی رائے کے مطابق شرعی عملی احکام بجالائے جائیں۔ سوم یہ کہ اسی بلند مرتبہ گروہ اہل السنۃ والجماعۃ کے صوفیاء کرام کے سلوک کے مطابق تصفیہ و تزکیہ حاصل کیا جائے اور اس آخری رکن یعنی طریقہ صوفیاء پر چلنا و جوہ استحضانی ہے۔ بخلاف پہلے والے دور کنوں کے کہ عقائد اور عمل شرعی طور پر لازم و واجب ہیں۔ اس لئے کہ اسلام کی اصل و بنیاد یہی دور کن ہیں، جبکہ کمال اسلام کا مدار اس تیسرے رکن یعنی تصفیہ و تزکیہ پر ہے۔ اور جو عمل ان تین ارکان کے خلاف ہے اگرچہ وہ سخت ریاضت اور مشکل مجاہدہ ہو گناہ اور نافرمانی اور منعم حقیقی جل تعالیٰ سلطانہ کی ناشکری میں داخل ہے۔ ہندوستان کے

برہمنوں اور یونان کے فلسفیوں نے ریاضات اور محنت و مجاہدات میں کوئی کمی نہیں کی، لیکن چونکہ وہ ریاضات انبیاء کرام علیہم السلام کی بالعموم اور افضل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے بالخصوص موافق نہیں، اس لئے وہ سب مردود و نامقبول ہیں اور اخروی نجات سے محروم۔

فَعَلَيْكُمْ بِتَابِعَةِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا شَفِيعِ ذُنُوبِنَا وَطَبِيبِ قُلُوبِنَا وَشِفَاءِ صُدُورِنَا مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ وَمُتَابِعَةِ خُلَفَائِهِ الرَّاشِدِينَ الْبَهْدِيِّينَ رِضْوَانُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ۔

ترجمہ: پھر تمہارے اوپر لازم ہے کہ ہمارے آقا و مولا اور ہمارے گناہوں کی شفاعت کرنیوالے اور ہمارے قلوب کے طبیب اور ہمارے سینوں کی شفاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کریں اور آپ کے خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تابعداری کریں جو کہ ہدایت یافتہ ہیں۔

درس نمبر ۲۲۔ فراغت کی قدر کریں

حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۱

بنام۔ خواجہ شرف الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اے فرزند۔۔۔ تا۔۔۔ والسلام

ترجمہ: سب حمد اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔

اے صاحبزادے فراغت ایک غنیمت ہے، اسے بے فائدہ کاموں میں صرف کرنا نہ چاہئے بلکہ اسے اللہ عزوجل کی خوشنودی کے کاموں میں صرف کرنا چاہئے۔ پانچ وقت نماز قلبی جمعیت اور جماعت کے ساتھ تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کی جائے۔ نماز تہجد کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ صبح کے وقت استغفار کو ضائع نہ کریں۔ خواب خرگوش سے محذو ذنہ ہوں۔ جلدی حاصل ہونے والی لذتوں پر فریفتہ نہ ہوں، موت کو یاد رکھیں اور آخرت کی ہولناکیوں کو پیش نظر رکھیں۔ غرضیکہ دنیا سے منہ پھیر کر آخرت کی طرف متوجہ ہو جائیں، البتہ بقدر ضرورت دنیوی کاموں میں مشغول رہیں اور بقیہ اوقات کو آخرت میں کام آنیوالے کاموں سے معمور و آباد رکھیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے دل اور باطن کو غیر اللہ کی محبت میں گرفتاری سے آزاد اور اپنے ظاہر کو شریعت کے احکام سے مزین و آراستہ کریں، اصل کام یہی ہے باقی سب بے مقصد ہیں۔

باقی احوال خیریت سے ہیں، والسلام۔

درس نمبر ۲۳۔ صحبتِ شیخ مجاہدوں سے بڑھکر مفید ہے

مکتوب نمبر ۴۷

بنام۔ خواجہ محمد قاسم بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ وَتَبْلِيغِ الدَّعَوَاتِ مِی رَسَانِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ الْحَمْدُ وَالنِّعْمَةُ لَهُ اَزْ كَلِمَةٍ وَكَلَامِ آسِ اَخْوِی حَرَارَتِ طَلَبِ مَفْهُومِ

میشود۔۔۔۔۔ تا۔۔۔۔۔ قدر

ترجمہ: حمد و صلوٰۃ اور دعاؤں کے بعد واضح ہو کہ آپ کی بات چیت سے باطنی فیض حاصل کرنے کا شوق معلوم ہوتا ہے اور باطنی جمعیت کی خوشبو آرہی ہے۔ بلاشبہ یہ دولت قربِ صحبت ہی کا نتیجہ ہے۔ مگر بے فائدہ مصروفیات نے آپ کو ایک ہفتہ بھی صحبت میں رہنے نہ دیا۔ آپ کے صحبت میں رہنے کے تمام ایام بھی نہ معلوم دس روز بھی ہوں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے شرم کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں کے لئے ہزار دنوں میں سے ایک دن بھی نہیں نکال سکتے اور غیر ضروری دنیوی مصروفیات سے الگ نہیں ہو سکتے۔ تمہارے اوپر حجت مکمل ہو چکی ہے اور آپ نے عملی طور پر دیکھ بھال لیا ہے کہ صحبت میں ایک ساعت رہنا کئی چلوں و مجاہدوں سے بہتر ہے، پھر بھی تم اس صحبت سے دور بھاگتے ہو اور حیلے بہانے کر کے اپنے آپ کو دور رکھ رہے ہو۔ آپ کی استعداد کا جو ہر بڑا قیمتی ہے لیکن اس کا کیا فائدہ جب عملی طور پر اس سے کچھ حاصل نہیں کر رہے ہیں۔ آپ کی استعداد بہت بلند ہے لیکن ہمت پست ہے۔ بچوں کی مانند قیمتی موتیوں کو چھوڑ کر بے قیمت خسیس ٹھیکریوں پر مطمئن و خوش ہو۔ شعر:

بوقت صبح شود ہچوں روز معلومت

کہ باکہ باختر عشق در شب دیجور

یعنی جب صبح کے وقت دن چڑھ آئیگا تب تجھے معلوم ہوگا کہ کس کی محبت میں تیری اندھیری رات گزری تھی۔ اب بھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا، اپنے اصلی مقصد کا فکر کریں اور اس مقصد کے حصول کے لئے سب سے بہتر چیز اولیاء اللہ کی صحبت ہے اور اگر یہ دولت یعنی پیر کی صحبت میسر نہ ہو تو اپنے اوقات کو اس ذکر میں مشغول رکھیں جو کسی اللہ

والے سے حاصل کیا ہو، اپنے خیال سے اور ادو وظائف شروع نہ کریں اور جو کچھ ذکر میں رکاوٹ بن رہا ہو اس سے پرہیز کریں اور شرعی حلال و حرام میں بہت احتیاط کریں۔ اس معاملہ میں کوتاہی ہر گز نہ کریں۔ پانچوں وقت نماز پابندی سے باجماعت ادا کریں اور تعدیل ارکان میں پوری کوشش کریں اور پابندی سے مستحب اوقات میں نماز ادا کریں۔ ”رَبَّنَا آتِنَا لَنَا نُورَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“۔ یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر دے اور ہم کو بخشدے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

توضیح: اس مکتوب شریف میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کو خصوصی تنبیہ فرمائی ہے جو کسی کامل اللہ والے کی صحبت و خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور وہاں شریعت و سنت کی پابندی، اصلاح نفس اور تعلیم و تربیت کا دینی ماحول اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور دل سے مطمئن ہو کر کہ یہی برحق طریقہ ہے، بیعت بھی ہو جاتے ہیں، لیکن بعد میں دنیوی مصروفیات میں اس قدر مشغول ہو جاتے ہیں کہ صحبت شیخ کے لئے وقت نہیں نکالتے اور اس کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ شریعت و سنت کی پابندی میں بھی غفلت اور سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ مکتوب کے آخر میں آپ نے تعدیل ارکان کا لحاظ کرتے ہوئے نماز ادا کرنے کی تاکید کی۔ تعدیل ارکان یعنی اطمینان و سکون سے رکوع و سجود، قومہ و جلسہ ادا کرنا، اس میں ایک تسبیح کے برابر توقف کرنا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک واجب ہے اور اس سے زیادہ دیر ٹھہرنا مستحب ہے، جب کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے یہاں تعدیل ارکان فرض ہے، اس کے بغیر نماز ہی ادا نہیں ہوتی۔

درس نمبر ۲۴۔ تصور و رابطہ شیخ

حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۰

بنام۔ حضرت خواجہ محمد اشرف اور حضرت حاجی محمد فرکتی رحمۃ اللہ علیہما

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ۔۔۔۔۔

ترجمہ: آپ دونوں معزز و محترم بھائیوں کا بھیجا ہوا مکتوب موصول ہوا اور اس میں تحریر کئے گئے کیفیات و احوال وضاحت سے معلوم ہوئے۔ خواجہ محمد اشرف صاحب نے تحریر کیا تھا کہ نسبتِ رابطہ کی قوت اس حد تک غالب آچکی ہے کہ نماز میں اس کو اپنا مسجود دیکھتا اور سمجھتا ہوں، بالفرض اگر اس کو ہٹانا چاہوں تو بھی نہیں ہٹتا۔

اے محبت کے متوالے! طریقت کے طالب اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں اور یہ ہزاروں میں سے کسی ایک کو دیتے ہیں۔ ایسی نسبت والا سالک اپنے شیخ سے کامل مناسبت رکھنے والا ہوتا ہے، ممکن ہے کہ شیخ کامل کی تھوڑی سی صحبت سے اس کے تمام کمالات کو حاصل کر لیتا ہے۔ رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہو، رابطہ تو مسجود الیہ ہوتا ہے، نہ کہ مسجود لہ۔ مسجود لہ ہونا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کی دولت تو سعادت مندوں کو میسر ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے تمام احوال میں صاحبِ رابطہ کو وسیلہ سمجھیں اور ہر وقت اس کی طرف متوجہ رہیں اور ان بد نصیب لوگوں کی مانند نہ بنیں جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں اور اپنے توجہ کے قبلہ کو شیخ سے پھیر لیتے ہیں اور اپنا معاملہ درہم برہم کر دیتے ہیں۔

توضیح: سالک جب طریقت میں قدم رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اپنے شیخ کی صحبت و خدمت اختیار کرے اور ان کے وسیلہ سے باطنی و روحانی ترقی کرے، اسی اثناء میں اسے کشف و کرامت، وجد و حال جو کچھ میسر آئیں ان کو اپنے پیر کے طفیل اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم سمجھے۔ اگر یہ سمجھے گا کہ یہ میری محنت و مجاہدہ کا ثمر و نتیجہ ہے تو اعتقاد کی کمی کے باعث وہ شیخ کے فیوض سے محروم ہو جائیگا اور اس کی باطنی ترقی رک جائیگی۔ بلکہ بعض اوقات اس خام خیالی کی باعث مزید خسارہ مول لیتا ہے الا ماشاء اللہ۔ لہذا سالک کو چاہئے کہ شیخ کی صحبت سے دوری کے دوران بھی

حصول فیض کے لئے اس کی طرف متوجہ رہے، رابطہ و تصور شیخ اس کے لیے اہم اور مجرب ذریعہ ہے اور اس میں کسی قسم کی شرعی قباحت بھی نہیں۔ اسے ناجائز وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جن کا اس گلی سے کبھی گزر ہی نہیں ہوا۔

درس نمبر ۲۵۔ لذت و حلاوت ضروری نہیں ہیں

حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۰

بنام۔ حضرت خواجہ محمد اشرف و حضرت حاجی محمد فرکتی رحمۃ اللہ علیہما

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ

عبارت مکتوب شریف: مولانا حاجی محمد اظہار نمودہ بودند۔۔۔ تا۔۔۔ السمرقندی

مولانا حاجی محمد نے واضح کیا تھا کہ تقریباً دو ماہ سے ذکر و فکر اور ادو و طائف میں خلل واقع ہو گیا ہے اور پہلے والی لذت و حلاوت باقی نہیں رہی۔ اے میرے دوست! اگر دو چیزوں میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا تو کچھ غم نہیں۔ ان میں سے ایک ہے صاحب شریعت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور دوم اپنے شیخ سے محبت و اخلاص ہے۔ ان دو چیزوں کے ہوتے ہوئے اگر ہزاروں اندھیریاں اور تاریکیاں طاری ہو جائیں تو بھی کوئی خطرہ نہیں ہے، آخر کار اسے ضائع ہونے نہیں دیں گے۔ اور اگر نعوذ باللہ ان میں سے کسی ایک میں نقص واقع ہوا تو پھر خرابی ہی خرابی ہے، اگرچہ جمعیت اور حضور بھی حاصل ہوں تو یہ استدراج ہے اور اس کا انجام خرابی ہے۔ کیونکہ اتباع سنت صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت شیخ کے سوا دلی جمعیت حاصل ہونا کمال نہیں۔ عاجزی اور زاری کے ساتھ بارگاہ الہی سے یہ دو چیزیں طلب کریں اور ان پر استقامت کا سوال کریں کہ یہ دونوں مقصودی چیزیں ہیں اور انہیں پر نجات کا مدار ہے۔

جملہ برادران اسلام خاص طور پر پرانے دوست مولانا عبد الغفور سمرقندی کو السلام پہنچیں۔

درس نمبر ۲۶۔ ذکر بہت وسیع ہے

حصہ ششم، مکتوب نمبر ۲۵

بنام۔ خواجہ شرف الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

صحیفہ شریفہ۔۔۔ تا۔۔۔ السلام والتحیۃ

ترجمہ: سب حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔ آپ کا مکتوب جو کہ مولانا عبدالرشید اور مولانا جان محمد کے ہاتھ ارسال کیا تھا، نیز جو نذرانا بھیجا تھا، وصول پائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔ آپ کی صحت کی خبر سنکر بہت خوشی ہوئی۔ اے صاحبزادہ! فرصت، فراغت اور صحت یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، لہذا اپنے تمام اوقات کو ہمیشہ ذکر الہی میں صرف کرنا چاہئے۔ جو بھی عمل شریعت مطہرہ کے مطابق کیا جائیگا ذکر میں داخل ہے، اگرچہ وہ خرید و فروخت ہو۔ چاہئے کہ اپنے تمام حرکات و سکنات میں شرعی احکام کی رعایت کی جائے تاکہ وہ سب ذکر میں شامل ہو جائیں۔ اس لئے کہ ذکر سے مقصد غفلت کا دور کرنا ہے اور جب تمام افعال میں اوامر و نواہی کی رعایت کی جائیگی تو امر و نہی کرنے والی خدا کی ذات کی غفلت سے نجات میسر آجائیگی اور دائمی ذکر حاصل ہو جائیگا اور یہ دوام ذکر اس یادداشت کے علاوہ ہے جو حضرات نقشبند قدس اللہ اسرارہم نے بیان فرمایا ہے، اس لئے کہ وہ باطن پر منحصر ہے اور اس دوام ذکر کا اثر ظاہر کے ساتھ بھی متعلق ہے۔ گو یہ دشوار ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت نصیب فرمائے۔ آمین۔

درس نمبر ۲۔ ظاہر باخلق اور باطن باخدا

حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۸

بنام۔ حاجی محمد یوسف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

معرفت خدا جل سلطانہ براں کس حرام است کہ برابر خرد لہ در باطن او محبت دنیا بود۔۔ تا آخر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی محبت اس شخص پر حرام ہے جس کے دل میں رائی کے دانہ جتنی بھی دنیا کی محبت ہو یا اس کے باطن کو اس قدر دنیا سے تعلق ہو، یا اس قدر دنیا کا خیال اس کے باطن میں گذرتا ہو۔ البتہ اس کا ظاہر جو باطن سے بہت دور ہے اور آخرت سے دنیا میں آیا ہے اور دنیا کے لوگوں سے خلط ملط ہو گیا ہے تاکہ وہ مناسبت حاصل ہو جو فائدہ حاصل کرنے اور فائدہ پہنچانے کے لئے ضروری ہے۔ لہذا اس مقصد کے لئے اگر وہ دنیاوی کلام کرے، دنیاوی اسباب میں مشغول رہے تو اس کی گنجائش ہے اور یہ کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ اور اچھی بات ہے تاکہ بندوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرنے اور فائدہ پہنچانے کا راستہ بند نہ ہو۔ پس ایسے شخص کا باطن اس کے ظاہر سے بھی بہتر ہے اور یہ جو نمانگندم فروش کی مثل ہے۔ جبکہ ظاہر بین لوگ ان کو اپنی طرح گندم نما جو فروش تصور کرتے ہیں اور اس کے ظاہر کو اس کے باطن سے بہتر جانتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ شخص بظاہر دنیا سے بے تعلق دکھائی دیتا ہے مگر باطن میں ہماری طرح اس کی محبت میں گرفتار ہے۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اِلٰهِ الصَّلٰوٰتِ وَالتَّسْلِيْمٰتِ اَلْعُلٰی

توضیح: اس مکتوب شریف میں حضرت امام ربانی نور اللہ مرقدہ نے دنیا کی مذمت کے ساتھ ساتھ ان جاہل اور دین و شریعت کی حقیقت سے بے خبر لوگوں کی بعض غلط فہمیوں کو دور فرمایا ہے جو خوشحال و خوش پوشاک بزرگانِ دین کو اپنے جیسا دنیا دار سمجھتے ہیں اور ان کی نظر میں ولایت و بزرگی کے لئے دنیا و دولت سے دور اور دنیاوی نعمتوں سے بے بہرہ

رہنا بہت ضروری ہے۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ جو لوگ حلال و جائز طریقہ پر دنیوی کام کاج کرتے اور پوری طرح سے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتے ہیں بالفاظ حضرت امام ربانی قدس سرہ ان کا باطن تو ان کے ظاہر سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ ایسے ہی افراد کو آپ نے جو نما گندم فروش قرار دیکر ان کے بالمقابل ان لوگوں کو گندم نما جو فروش فرمایا جو اپنے ظاہر کو تو بڑا دیدہ زیب اور خوبصورت رکھتے ہیں لیکن اپنے باطن کی خبر نہیں رکھتے۔ شعر:

اولیاء را بر قیاسِ خود مگیر
گر چہ باشد در نوشتن شیر و شیر

یعنی اولیاء اللہ کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو، لکھنے میں تو شیر اور شیر یعنی دودھ دونوں ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن ان کی حقیقتوں میں غیر معمولی فرق ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی بظاہر تو دوسرے انسانوں جیسے ہی ہیں، ان کی طرح کھاتے پیتے اور رہتے ہیں لیکن حقیقت کے لحاظ سے عوام الناس سے بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ملین کی قدر عطا فرمائے آمین۔

درس نمبر ۲۸۔ فضیلتِ صحبتِ مشائخِ نقشبند قدس اللہ اسرارہم

حصہ پنجم، مکتوب نمبر ۲۸۱

بنام۔ حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

شکرا این نعمتِ عظمیٰ بکدام زباں بجا آرد۔۔۔ تا۔۔۔ ترکستان است۔

ترجمہ: میں کس زبان سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجالاؤں کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہم فقیروں کو اہل سنت و جماعتہ شکر اللہ تعالیٰ سعیم کے مطابق درست عقائد عطا کرنے کے بعد طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ ہونے کا شرف بخشا اور اس برگزیدہ خاندان سے نسبت اور مریدی سے سرفراز کیا۔ اس فقیر کی نظر میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں ایک قدم چلنا دوسرے طریقوں کے سات قدم چلنے سے بہتر ہے۔ جو راستہ بطور وراثت و اتباع کمالاتِ نبوت تک پہنچتا ہے وہ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسی بناء پر اس فقیر نے اپنے بعض کتب و رسائل میں تحریر کیا ہے کہ ان بزرگانِ نقشبند کا طریقہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وراثت کے طور پر کمالاتِ نبوت کا کامل حصہ حاصل کیا، اس طریقہ کے منتہی حضرات بھی ان کے تبعیت کی بدولت کامل حصہ حاصل کر لیتے ہیں۔ جب کہ مبتدی اور متوسط جو راہ سلوک میں تاحال کمال تک نہیں پہنچے پھر بھی چوں کہ اس طریقہ کی پابندی کرتے ہیں اور اس طریقہ کے منتہی حضرات سے کامل محبت رکھتے ہیں تو ان کو بھی یہی امید ہے کہ کمالاتِ نبوت میں سے اپنا حصہ پا جائیں گے۔ **الْبَرُّ مَعَ مَنْ أَحَبَّ**۔ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت ہوگی۔ یہ حدیث شریفہ دور افتادہ سالکوں کے لیے بڑی خوشخبری ہے۔ اس طریقہ میں ناکام و نامراد وہ شخص ہے جو اس طریقہ میں داخل ہو لیکن اس طریقہ کے آداب کا لحاظ نہ رکھے اور اپنی طرف سے نئی باتیں گھڑ کر طریقہ میں داخل کر لے یا اپنے کشف اور خوابوں پر بھروسہ کرے اور اس طریقہ کے خلاف اقدام کرے۔ اس صورت میں

طریقہ عالیہ کا کوئی تصور نہیں ہے، اس لئے کہ وہ اپنے خواب اور کشف کی راہ پر چلتا ہے کہ ترکستان کی طرف رخ کر کے جا رہا ہے اور جان بوجھ کر کعبۃ اللہ سے منہ پھیر لیا ہے پھر بھی کہتا ہے کہ میں خانہ خدا کی زیارت کرنے جا رہا ہوں۔ شعر:

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
ایں راہ کہ تومی روی ترکستان است

ترجمہ: اے اعرابی! تو کعبہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ جس راستے تو جا رہا ہے وہ ترکستان کو جاتا ہے۔

درس نمبر ۲۹۔ اتباع سنت ہی کام آئیگا

حصہ سوم، مکتوب نمبر ۱۸۴

بنام۔ حضرت قلیج اللہ بیگ رحمۃ اللہ علیہ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ

عبارت مکتوب شریف: اے فرزند آنچہ فردا بکار خواہد آمد متابعت صاحب شریعت است علیہ الصلوٰۃ والسلام۔۔۔ تا۔۔۔
ہذا۔

ترجمہ: اے صاحبزادہ کل بروز قیامت جو چیز کام آئیگی وہ صاحب شریعت حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری ہے۔ حال، وجد و علوم و معارف اور رموز و اشارات اگر اس تابعداری کے ساتھ جمع ہو جائیں تو بہتر ہے اور عظیم نعمت ہے۔ ورنہ سوائے خسارہ اور استدراج یعنی ڈھیل کے اور کچھ نہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو بعد از وفات ایک شخص نے خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا، تو جواب میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

طَاعَتِ الْعِبَادَاتُ وَفَنِيَتْ إِلَاشَارَاتُ وَمَانَفَعْنَا إِلَّا رَكِيعَاتٍ رَّكَعْنَاهَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ۔

ترجمہ: ہماری تمام عبادات اڑ گئیں اور کشف و کرامات فنا ہو گئیں اور یہ کوئی نفع نہ دے سکے ماسوا ان دو رکعتوں کے جو ہم درمیان رات کو اٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے اوپر لازم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تابعداری کریں اور قول و عمل و اعتقاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی مخالفت سے بچیں، اس لئے کہ اتباع سنت میں خیر و برکت ہے اور مخالفت میں بد بختی اور ہلاکت ہے، اس بات کو خوب یاد رکھیں۔

توضیح: اس مکتوب شریف میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت واضح فرمادی کہ اگر کسی کو اتباع سنت کی دولت کے ساتھ ساتھ علم و عمل اور کشف و کرامت اور حال و وجد حاصل ہوں تو اچھی بات ہے لیکن اگر شریعت کی تابعداری کے بغیر یہ چیزیں حاصل ہوں تو انکی کوئی حیثیت نہیں، لہذا اس آدمی کے لئے خسارہ کا باعث بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آمین۔

نیز اس مکتوب میں آپ نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نماز تہجد کی عند اللہ مقبولیت کا ذکر کر کے اپنے مریدین یعنی نقشبندی مجددی سلسلہ سے وابستہ سالکین کو نماز تہجد ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اسی موضوع پر ہمارے ایک شیخ حضرت پیر فضل علی قریشی نقشبندی قدس سرہ بغداد کے ایک خلیفہ کا ذکر فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت کو اس کی والدہ نے کہا بیٹا تیرا ملک آج کل میں برباد ہو نیوالا ہے اس لئے کہ میں نے آج رات بربادی کی علامت دیکھی ہے اور وہ یہ کہ رات نماز تہجد پڑھنے کے لئے صرف ستر عورتیں آئی تھیں، حالانکہ محلہ میں بسنے والی عورتیں ایک سو سے زیادہ ہیں۔ لہذا جلدی سے اس کا تدارک کرو۔ مذکورہ مکتوب اور واقعہ کی روشنی میں ہم اہل ذکر فقیروں کے غور کے لئے اہم درس اور تاکید و تنبیہ ہے، لہذا جہاں تک ہو سکے نماز تہجد میں کوتاہی نہ کریں۔

درس نمبر ۳۰۔ مذہبِ اہل السنۃ والجماعت

حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۶

بنام۔ حضرت خواجہ محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ

بعد الحمد والصلوة و تبلیغ الدعوات میر ساند۔۔۔ تا۔۔۔ طفیل ایشاں

ترجمہ: حمد و صلوة اور سلام مسنونہ کے بعد احوال یہ کہ درویشوں کی محبت اور ان سے ربط و الفت اور اس بلند مرتبہ گروہ کی باتوں کو سننے کی رغبت اور اس محترم طبقہ کے اخلاق و اطوار کی طرف قلبی میلان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور اس کی دی ہوئی بڑی دولت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ”الْبِرُّ مَعَ مَنْ أَحَبَّ“ آدمی قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی۔

عبارت مکتوب شریف: چوں دریں ایام از بحث امامت بسیار مذکور می شود۔۔۔ تا۔۔۔

ترجمہ: چوں کہ آجکل امامت یعنی نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر بہت زیادہ بحث ہو رہا ہے اور ہر ایک اس موضوع پر اپنے گمان و اندازہ کے مطابق گفتگو کر رہا ہے۔ حسبِ ضرورت اس عنوان پر چند سطریں لکھی جاتی ہیں اور مذہبِ اہل سنت و جماعت اور مخالف مذہبوں کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔

اے نیک نام! شیخین یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت اور ختنین یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو داماد حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبت اہل سنت والجماعت کی علامات میں سے ہے۔ شیخین کی افضلیت جس کے ساتھ ختنین کی محبت بھی شامل ہو، اہل سنت والجماعت کی خصوصیات میں سے ہے۔ شیخین کی افضلیت تو صحابہ کرام اور تابعین حضرات رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہے، اور اس بات کو اکابر ائمہ نے جن میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک ہیں، نقل کیا ہے۔ اور حضرت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی باقی امت پر فضیلت قطعی، یقینی ہے۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی حکومت و خلافت کے زمانہ میں کثیر جماعت کے روبرو اپنے

دوستوں سے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس امت کے بہترین فرد ہیں، اور اس بات کو امام ذہبی نے بیان کیا ہے۔ اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد ایک اور شخص ہیں، پس ان کے صاحبزادہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پھر آپ؟ فرمایا میں نہیں ہوں، مگر مسلمانوں میں سے ایک عام مسلمان ہوں۔

غرضیکہ شیخین کی افضلیت باوثوق اور معتبر راویوں کی کثرت کے باعث شہرت اور تواثر کی اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ اس کا انکار جہالت یا دشمنی کی بناء پر ہی ہو سکتا ہے۔ عبدالرزاق جو اکابر شیعہ میں ہے، نے جب انکار کی گنجائش نہ دیکھی تو بے اختیار شیخین کی افضلیت کا قائل ہوا اور کہنے لگا کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود شیخین کو اپنے اوپر فضیلت دیتے ہیں تو میں بھی ان کے فرمان کے مطابق ان پر شیخین کو فضیلت دیتا ہوں، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ فضیلت نہ دیتے تو میں بھی نہ دیتا، اور یہ بڑا گناہ ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویٰ کروں اور پھر انکی مخالفت کروں۔ چونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو دامادوں حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان فتنہ برپا ہو گیا تھا اور لوگوں کے معاملات میں بہت خلل واقع ہو چکا تھا اور اس سلسلہ میں لوگوں کے دلوں میں کدورت بے حد پیدا ہو چکی تھی اور مسلمانوں کے مابین کینہ و عداوت کا غلبہ ہو چکا تھا۔ اسی ضرورت کے تحت دونوں دامادوں کی محبت کو بھی اہل سنت و جماعت کے شرائط میں شمار کیا گیا تاکہ کوئی جاہل اس بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے بدگمانی نہ کرے اور پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کے ساتھ بغض و عداوت نہ رکھے۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اہل سنت ہونے کے لئے شرط ہے اور جو یہ محبت نہیں کھتا اہل سنت سے خارج ہے اور اس کا نام سنی نہیں خارجی ہے۔ اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں افراط کی راہ اختیار کی اور جس قدر محبت ہونی چاہئے اس پر زیادتی کی اور محبت میں غلو کیا اور حضور خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف زبان درازی کی، انکو گالیاں دیں اور ان پر طعن و ملامت کیا اور صحابہ کرام، تابعین عظام اور سلف صالحین علیہم الرحمۃ کا طریقہ ترک کیا، اس کا نام رافضی پڑ گیا یعنی اہل حق کے راستہ کو ترک کرنے والا۔ پھر اہل سنت متوسط طریقہ پر ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت میں افراط اور تفریط کی راہ جو رافضی اور خارجی لوگوں

نے اختیار کی ہے، اس کے درمیان والی راہ اہل سنت نے اختیار کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ درمیانی اور وسط ہی حق ہے اور افراط و تفریط دونوں برے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تجھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے کہ اس سے یہودیوں نے دشمنی کی یہاں تک کہ اس کی پاکدامن والدہ سیدہ مریم ام حضرت عیسیٰ علیہا السلام پر بہتان لگایا، اور اسے نصاریٰ نے دوست رکھا یہاں تک کہ اسے اس مرتبہ تک لے آئے جس کے وہ لائق نہ تھے، یعنی ان کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے۔ مذکورہ روایت کے بعد حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے حق میں دونوں گروہ ہلاک ہونگے۔ ایک وہ جو میری محبت میں افراط کریں گے اور میرے لیے وہ کچھ ثابت کریں گے جو مجھ میں نہیں ہے، دوسرے وہ جو میرے ساتھ دشمنی رکھیں گے اور عداوت کی بنیاد پر مجھ پر بہتان لگائیں گے۔ اس طرح آپ نے خارجیوں کے حال کو یہودیوں کے حال سے اور رافضیوں کے حال کو نصاریٰ کے حال سے تشبیہ دی کہ یہ دونوں فرقے حق کے متوسط راستے سے دور ہٹے ہوئے ہیں۔ لہذا وہ شخص بڑا ہی جاہل ہے جو اہل السنۃ والجماعت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے محبوبوں میں سے نہیں سمجھتا اور محبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رافضیوں سے مختص تصور کرتا ہے۔

یاد رکھو! محبت حضرت علی رضی اللہ عنہ رخص نہیں بلکہ حضرات خلفائے ثلاثہ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی گستاخی اور ان سے بیزاری رخص ہے، بلکہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیزاری قابل مذمت اور قابل ملامت ہے۔

توضیح:

اس مکتوب شریف میں جو کہ کافی تفصیلی ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے عقائد مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کا مدلل طریقہ پر ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ مخالف گروہ کے عقائد کا نہایت ہی شستہ و عمدہ انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ جس میں کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ دعوتِ غور و فکر ہے۔ مثلاً اسی مکتوب میں فرمایا

محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت است، مخالفان ازیں معنی غافل اند و از محبت متوسط ایشاں جاہل۔

ترجمہ: اہل بیت نبوۃ کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے۔ مخالف حضرات اس حقیقت سے غافل ہیں اور ان کی متوسط محبت سے لاعلم ہیں۔

مزید فرمایا پس محبانِ اہل بیت رسول علیہ وعلیہم الصلوٰات والتسلیمات اہل سنت باشند و فی الحقیقت گروہِ اہل بیت ہم ایشاناں۔

ترجمہ: لہذا اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے تو اہل سنت ہیں اور حقیقت میں اہل بیت کی جماعت بھی یہی ہیں۔

درس نمبر ۳۔ محبتِ پیر

مکتوب نمبر ۲۸۰

بنام۔ حافظ محمود رحمۃ اللہ علیہ

بعد الحمد والصلوة

ترجمہ: حمد و صلوة اور دعا کے بعد احوال یہ کہ آپ کا مکتوب جو کہ مولانا مہدی علی کے ہاتھ بھیجا تھا وصول پایا اور باعث مسرت بنا۔ الحمد للہ سبحانہ و تعالیٰ کہ فقراء اہل ذکر سے محبت جو کہ دنیوی اور اخروی سعادت کا سرمایہ ہے، مضبوط و مستحکم اور طویل عرصہ صحبت سے دوری نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔

دو چیزوں کی حفاظت کرنا لازمی و ضروری ہے، ایک صاحب شریعت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کی تابعداری، دوم اپنے شیخ و مقتدی سے اخلاص و محبت ہے۔

ان دو چیزوں کے ہوتے ہوئے جو کچھ (کشف و کرامات و احوال) دیا جائے نعمت ہے اور اگر کچھ بھی نہ دیں لیکن یہ دونوں مضبوطی سے حاصل ہیں تو غم و فکر کی کوئی بات نہیں۔ آخر کار اسے (باطنی کرامات و کمالات) دے دیں گے۔ لیکن اگر العیاذ باللہ ان دو میں سے کسی ایک میں خلل واقع ہو، گو اس کے ساتھ احوال و اذواق یعنی کشف اور باطنی لذت حاصل رہیں تو ان کو استدراج یعنی ڈھیل سمجھنا چاہیے اور اس میں اپنے لیے خرابی کے سوا کچھ نہ سمجھا جائے۔ استقامت کا طریقہ یہی ہے۔

واللہ سبحانہ الموفق۔ والسلام

مختصر حالات حضرات مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

سید المرسلین رحمۃ اللعالمین سیدنا محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم

بعثت باعث رحمت آپ کا اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کنیت ابو القاسم اور والد گرامی کا نام عبد اللہ ہے۔
زیادہ تر روایات کے مطابق عام الفیل (جس سال ابرہہ ہاتھی لے کر بیت اللہ شریف کی بے حرمتی کرنے کے ارادہ سے مکہ
مکرمہ کے قریب پہنچ کر ہلاک ہوا تھا) کو ۱۲ ربیع الاول بروز پیر بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مکہ مکرمہ میں اس دنیائے رنگ
و بو میں تشریف فرما ہو کر اس عالم کو عزت بخشی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا تعارف یوں بیان فرمایا۔

انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں، بیشک جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق	ترجمہ: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں، بیشک جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق
عبد المطلب، ان اللہ خلق الخلق	کو پیدا فرمایا تو مجھے مخلوق میں سے سب سے بہترین مخلوق یعنی انسانوں میں پیدا
فجعلنی فی خیرہم ثم جعلہم فریقین	فرمایا، پھر ان کے دو گروہ بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین گروہ میں سے کیا،
فجعلنی فی خیرہم فرقة، ثم جعلہم	پھر ان کے قبیلے بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ یعنی قریش میں سے کیا،
قبائل فجعلنی فی خیرہم قبيلة ثم	پھر ان کو گھروں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں سے بہترین گھر یعنی بنو ہاشم میں
جعلہم بیوتا فجعلنی فی خیرہم بیتا،	پیدا فرمایا۔ میں اپنی ذات کے لحاظ سے خواہ گھر کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں
فانا خیرہم نفسا و خیرہم بیتا و انا	اور میں تمام لوگوں میں سے سب سے پہلے (گنبد خضریٰ سے) نکلوں گا اور
اول الناس خروجا اذا بعثوا و انا	جب وہ گروہ کی صورت میں خدا کے سامنے حاضر ہوں گے تو میں ان کا پیشوا
قائدہم اذا وفدوا وانا خطیبہم اذا	ہوں گا اور جب وہ میدان محشر میں خاموش ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا
انصتوا وانا مستشفیہم اذا حبسوا	اور جب وہ جنت میں داخل ہونے سے رد کیے جائیں گے تو میں ان کی سفارش
وانا مبشرہم اذا یسوا الکرامة	کرنے والا ہوں گا اور جب وہ ناامید ہو جائیں گے تو میں ان کو خوشخبری دینے والا

والبفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد
یومئذ بیدی وانا اکرم ولدا ادم علی
ربی یطوف علی الف خادم کانهم بیض
مکنون واذا کان یوم القیامة کنت
امام النبیین وخطیبهم وصاحب
شفاعتهم غیر فخر لولاه لبا خلق الله
سبحانه الخلق ولما اظهر الربوبیة
وکان نبیا وادم بین الباء والظین۔

ہوں گا۔ عزت و احترام اور جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد
یعنی حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ ہوگا۔ میں اپنے رب کے حضور اولاد حضرت آدم
علیہ السلام میں سے سب سے زیادہ محترم ہوں۔ وہاں ہزار ہا خادم یعنی حور و
غلمان میرے گرد پھریں گے اور وہ ایسے ہوں گے گویا کہ خوش نما آبدار موتی
ہوں۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا میں نبیوں کا امام، ان کا خطیب اور شفاعت
کرنے والا ہوں گا، لیکن مجھے اس پر فخر نہیں۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ فرماتا اور نہ ہی اپنے ربوبیت کا اظہار کرتا
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی
میں تھے (یعنی ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے)

شعر:

نماند بعضیان کسے رگرو
کہ دارد چنین سید پیشرو

ترجمہ: گناہوں کے عوض وہ پکڑا نہ جائے گا جس کا رہنما ایسا آقا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔

والیضا چوں آں سرور محبوب رب العالمین
است متابعان او بواسطہ متابعت بمرتبه
محبوبیت میرسند چه محب در هر که از شاکل و
اخلاق محبوب خود می بیند آن کس را محبوب
خود می دارد و مخالفان را ازیں جا قیاس باید
کرد۔

ترجمہ: چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رب العالمین ہیں اس لیے
آپ کی اطاعت کرنے والے اتباع سنت کی بدولت محبوبیت کے مقام پر
فائز ہوتے ہیں۔ کیونکہ محب جس کسی میں اپنے محبوب کے اخلاق و عادات
دیکھتا ہے اسے بھی اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ اسی پر مخالفوں قیاس کرنا چاہیے۔
(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالف عند اللہ بدترین انسان شمار ہوں
گے)

شعر:

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سراو

ترجمہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں کی آبرو ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس کی مٹی نہیں بنتا اس کے سر پر مٹی ہو۔ یعنی ذلیل و خوار ہو۔

بچپن کا کچھ زمانہ دیہات میں بنی سعد قبیلہ میں گذرا۔ اسکے بعد مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہے، البتہ تجارت کے لیے بیرون جازا القدسہ بھی چند ایک بار تشریف لے گئے۔ چالیس سال کی عمر میں جب آپ مکہ مکرمہ کے قریبی جبل نور کی چوٹی پر غار حرا میں گوشہ نشین تھے نبوت کے منصب اور قرآن مجید کے اعلان کے مأمور ہوئے۔ اسکے بعد مشکل ترین حالات میں رہ کر بھی اعلان حق کرتے رہے اور محدود افراد آپ کے دامن حق سے وابستہ ہوئے کہ نبوت کے تیرھویں سال بحکم الہی مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ دس سال تک وہاں اعلان کلمۃ اللہ کرتے رہے۔ دشمنان اسلام سے معرکہ بھی ہوئے اور امن کے معاہدے بھی۔ تائید الہی سے ہر موڑ پر آپ ہی کامیاب و کامران رہے اور اس عرصہ میں دین اسلام اسقدر خوب پھیلا کہ ایک لاکھ سے زائد افراد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے شرف حاصل کیا۔ بالآخر ۶۳ سال کی عمر میں بروز پیر ۱۲ ربیع الاول گیارہ ہجری کو رفیق اعلیٰ سے جاملے اور ان ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ آج بھی زندہ ہیں اور امتیوں کے سلام کا جواب دیتے اور بارگاہ الہی میں گنہگاروں کے لیے شفاعت فرماتے ہیں۔

کیا ہی خوب فرمایا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے:

تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے
چمک تجھ پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکادے چمکانے والے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مرشد کامل بلکہ بانی تھے۔ آپ کا نام مبارک عبد اللہ اور کنیت ابو بکر ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ بچپن ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کو غیر معمولی انس تھا۔ اسلام سے قبل ایک متمول اور دیانتدار تاجر کی حیثیت سے مشہور تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خلعت نبوت عطا ہوا تو مردوں میں سب سے پہلے آپ ہی نے بلا توقف ایمان کی سعادت حاصل کی۔ اشاعت اسلام میں بھی آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ آسمان اسلام کے درخشندہ ستارے حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبد اللہ اور دیگر کئی جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ہی کی دعوت پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کا قول ہے کہ دانیوں میں بڑی دانائی تقویٰ ہے اور حماقتوں میں بڑی حماقت بدکاری ہے۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اگر اتفاقاً کوئی ایسا کھانا کھا بیٹھے جس میں شبہ ہو تا تو معلوم ہونے پر قے کر ڈالتے اور فرماتے خداوند جو کچھ رگوں اور آنتوں میں سرایت کر گیا اس پر مواخذہ نہ فرما۔

سند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد فرماتے تھے میں تم میں بہترین شخص نہیں ہوں، اس لیے تمہیں میری مدد کرنی چاہیے۔ جب مجھے سیدھی راہ پر دیکھو تو پیروی کرو۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳ ہجری میں مغرب نماز کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گنبد خضریٰ میں حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرمائیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام سلمان، کنیت ابو عبد اللہ اور وطن مالوف اصفہان (فارس) ہے۔ اسلام سے پہلے بہت سے عیسائی علماء کی خدمت و صحبت کی۔ ان میں سے ایک نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام بعثت اور ہجرت کی خبر دی، چنانچہ آپ عرب کے ایک قافلہ کے ساتھ حجاز مقدس آئے اور حضور کی مدینہ عالیہ تشریف آوری کے وقت وہیں موجود

تھے اور مشرف باسلام ہوئے۔ غزوہ خندق کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”سلمان منا اہل البیت“ فرما کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا، جس کا پانچ ہزار درہم مشاہرہ آپ کو ملتا تھا لیکن وہ تمام کا تمام راہ خدا میں صرف کر دیتے تھے اور اپنے گزارہ کے لیے اپنے ہاتھ سے چٹائیاں بنا کر بیچتے تھے اور اس میں سے بھی تیسرا حصہ صدقہ کرتے تھے اور لوگوں کے صدقات سے خود کبھی نہیں لیتے تھے۔

بالآخر تقریباً ڈھائی سو سال کی عمر پا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دس رجب المرجب ۳۳ ہجری میں شہر مدائن میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہیں پر آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔

خواجہ خواجگان حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

تاریخ ولادت ۲۳ شعبان ۲۴ ہجری جائے ولادت مدینہ منورہ۔ آپ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی اور سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا تھے۔ زہد و عبادت، تقویٰ و طہارت میں اپنی مثل آپ تھے۔ یہاں تک کہ حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”مادر کنانی المدینۃ احد الفضلہ علی القاسم بن محمد“ کہ مدینہ طیبہ میں حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر فضیلت والا ہمیں کوئی نظر نہ آیا۔ اس کے باوجود کہ آپ مدینہ عالیہ کے مشہور سات فقہاء میں سے تھے، پھر بھی فرماتے تھے ”لا نعلم کل مانسأل عنہ“ یعنی ضروری نہیں کہ جو کچھ ہم سے پوچھا جائے وہ ہم جانتے ہی ہوں۔ نیز فرمایا ”ومن العلم لا قولک“ (لا دري)، یعنی یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا بھی ایک طرح کا علم ہی ہے۔

آپ سے بہت سی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ”اعظم النساء بركة ایسہم مؤنة“ کہ عورتوں میں بہتر عورت وہ ہے جس کے اخراجات آسان ہوں۔

آپ ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۱ یا ۱۰۶ یا ۱۰۷ کو سفر حج یا عمرے کے دوران مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ المشائخ سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

آپ کا نام گرامی جعفر، کنیت ابو عبد اللہ اور والد کا نام سیدنا حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت امام علی زین العابدین رضی اللہ عنہ آپ کے داماد ہیں۔ نیز آپ کو تبع تابعین میں سے ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اکابرین امت حضرت امام مالک و حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ سیدہ ام فردہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی بھی تھیں اور نواسی بھی۔ اس لیے آپ فرمایا کرتے تھے ”ولدنی ابو بکر مدین“ کہ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دوہری اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ نیکی تین اوصاف کے بغیر کامل نہیں ہو سکتی:

1. تو اپنی ہر نیکی کو معمولی سمجھے۔

2. اس کو چھپائے۔

3. اس میں جلدی کرے۔

آپ اہل السنۃ والجماعت کے پیشوا بالخصوص طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے سالار پیر طریقت ہیں۔ آپ کی ولادت ۸ رمضان المبارک ۸۰ ہجری کو مدینہ طیبہ میں ہوئی اور ۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ ہجری کو مدینہ طیبہ ہی میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سلطان العارفین سید الطائفہ حضرت بایزید بسطامی نور اللہ مرقدہ

آپ کا نام نامی طیفور، والد کا نام عیسیٰ اور کنیت ابویزید ہے۔ آپ ایک کردی عالم کے شاگرد تھے، مگر بعد میں علم ظاہری کو ترک کر کے فقیری کی راہ اختیار کی۔ آپ کی طرف بہت سی خلاف واقع باتیں منسوب کی گئیں ہیں جن کی کوئی اصل نہیں، جبکہ بعض حضرات نے ان کلمات کے ثبوت کی صورت میں اس کو حالت سکر و غلبہ پر حمل کیا ہے۔ آپ کے متعلق حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ”راہ توحید کے سالکوں کی انتہا بایزید کی ابتدا کے برابر ہے۔“ آپ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ کے پیر بھائی اور حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر ہیں۔ ولادت ۱۳۶ ہجری بسطام میں ہوئی اور ۱۵ شعبان ۲۶۱ ہجری کو بسطام میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے آپ نے روحانی فیض حاصل کیا۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے آپ کے متعلق فرمایا بایزید ہمارے درمیاں اس طرح ہیں جس طرح ملائکہ میں حضرت جبریل علیہ السلام۔ آپ کے ملفوظات میں ہے کہ نیکوں کی صحبت نیک کام کرنے سے بدرجہا بہتر ہے اور بروں کی صحبت برے کام کرنے سے زیادہ نقصان دہ اور مہلک ہے۔ طریقہ طیفوریہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے اور اس فرقہ کی بنیاد سکر و غلبہ پر ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ نقشہ الہی میں مست سرشار رہتے ہیں۔ آپ کی طرف بھی جو غیر مناسب باتیں منسوب کی گئی ہیں یا تو انکی کوئی اصل نہیں، جبکہ ثبوت کی صورت میں تحقیقی علماء نے اس کو آپ کی حالت سکر و غلبہ حال پر حمل کیا ہے۔

شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۳۵۲ ہجری فرقان میں۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی علی، والد کا نام جعفر اور کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کو ایسی طریقہ پر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے باطنی فیض پہنچا اور انہی کے فیض کو آپ نے تمام جہاں میں عام کیا، لیکن آپ کی حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ تک نسبت چہار واسطوں سے مستند بھی ہے کہ آپ کی حضرت ابو مظفر موسیٰ طوسی سے نسبت ہے اور انکی خواجہ اعرابی بایزید عشقی سے اور انکی خواجہ محمد مغربی سے اور ان کی سلطان العارفین

بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے نسبت ہے۔ اپنے شیخ کے مزار پر انوار سے فیض حاصل کرنے کے لیے خرقان جو قزاقین کے قریب قصبہ کا نام ہے، سے پیدل بسطام جاتے تھے اور اٹے پاؤں واپس آتے تھے۔ کبھی بھی اپنے شیخ کے مزار کی طرف پیٹھ نہ کی۔

مشہور مسلم حکمران سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بڑے عقیدت مند تھے۔ آپ کے استغناء اور خدا دوستی کا یہ عالم تھا کہ جب پہلی بار سلطان محمود غزنوی نے آپ کا شہر سنا اور خرقان پہنچ کر پیغام بھیجا کہ حضور میرے دربار میں ملاقات کے لیے قدم رنجہ فرمائیں تو آپ نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ خود سلطان ملاقات کے لیے خانقاہ عالیہ میں حاضر ہوا، لیکن آپ اسکی تعظیم کے لیے نہ اٹھے۔ البتہ جب عقیدت و محبت سے سرشار ہو کر اور تبرک کے طور پر پیراہن مبارک لیکر ادب سے جانے کے لیے اٹھا تو حضرت اسکی تعظیم کے لیے اٹھے اور سلطان کے دریافت کرنے پر فرمایا پہلے میں تیری بادشاہی کے لیے نہ اٹھا اور اب تیری درویشی کے لیے کھڑا ہوا ہوں۔ کہتے ہیں کہ جب سومنات پر چڑھائی کے وقت سلطان شکست کھانے لگا تو اضطراب کی حالت میں حضور ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیراہن مبارک ہاتھ میں لیکر بارگاہ الہی میں یوں ملتی ہوئے:

الہی بآبروئے ایں خرقہ بریں کفار ظفر دہ

ہر چہ ازینجا غنیمت بگیرم بدرویشاں بدہم

ترجمہ: خدایا اس خرقہ کی آبرو کے صدقے میں مجھے ان کافروں پر فتح عطا کر، مجھے یہاں سے جو مال غنیمت ملے گا درویشوں کو دیدوں گا۔

حضرت شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کے توجہ الی اللہ اور وصول کا یہ عالم تھا کہ فرماتے تھے تیس سال ہوئے ہیں سوائے حق تعالیٰ کے اور کوئی خیال میرے دل میں نہیں گذرا۔

آپ کا وصال خرقان ہی میں دس محرم الحرام ۴۲۵ ہجری میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم شریف علی، والد کا نام عبداللہ اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ ایران کے مشہور طوس کے قریب گرگان نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کی باطنی نسبت تو حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ سے ہے اور انہیں کے سلسلے کو آگے پھیلا یا ہے لیکن آپ نے طریقہ سہروردیہ کے عظیم شیخ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔ آپ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر بلکہ بعض روایات کے مطابق انکے شیخ ہیں۔ چنانچہ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ طوس میں میں نے شیخ المشائخ حضرت ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ درویش کے لیے کم سے کم کونسی چیز ہونی چاہیے جو کہ فقر کے شایان شان ہو۔ تو فرمایا فقیری کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں: ایک یہ کہ گدڑی میں پیوند درست لگانا جانتا ہو، یعنی ناقص مریدوں کی درست تربیت کر سکتا ہو۔ دوم یہ کہ درست سننا جانتا ہو یعنی سنی ہوئی بات پر غور کرتا ہو۔ سوم یہ کہ زمین پر قدم درست مارتا ہو یعنی خودی، تکبر اور اکڑ کر چلنے کا عادی نہ ہو۔

آپ صاحب تصنیف عالم بزرگ ہیں۔ ”اصول الطریقتہ و فصول الحقیقتہ“ نامی کتاب تصوف کے موضوع پر آپ کی تصنیف ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جس کام میں گناہ نہ ہو اپنے بھائیوں یعنی پیر بھائی یا دوست احباب کی موافقت کرنا فضیلت کے اعتبار سے نفلی روزہ سے کم نہیں ہے۔ اور فرمایا روزہ کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ روزہ دار کی نظر میں اپنے روزہ کی کوئی قدر و منزلت نہ ہو۔

آپ ۲۳ صفر المظفر ۴۵۰ ہجری کو اس فانی جہاں سے کوچ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام قصیل محمد بن محمد ہے۔ طوس کے قریب فارمد نامی قصبہ میں آپ کی ولادت ۴۳۴ ہجری کو ہوئی۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے لیکن اولیٰ طور پر حضرت ابوالحسن

خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فیضیاب ہوئے۔ آپ کے صاحب کمال ہونے کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مرید اور تربیت یافتہ تھے۔ آپ کا وصال مؤرخہ ۴ ربیع الاول ۵۱۱ ہجری یا ۴۷۷ ہجری میں ایران کے مشہور شہر طوس جسے آجکل مشہد کہا جاتا ہے، میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار طوس یعنی مشہد میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

سلطان العارفین حضرت یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام گرامی یوسف اور کنیت ابو یعقوب ہے۔ سنہ ۴۴۰ ہجری کے حدود میں ہمدان میں آپ کی ولادت ہوئی۔ حضرت ابو علی فارمدی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ، شریعت و طریقت کے جامع اور تربیت سالکین میں ضرب المثل تھے۔ بڑے بڑے علماء تربیت کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ بھی آپ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ سید اکاملین صاحب کرامت ولی تھے۔ آپ کا انتقال رجب ۵۳۵ ہجری میں ہوا اور مزار مبارک مرو میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خواجہ خواجگان حضرت شیخ عبدالحق غجدوانی قدس سرہ

آپ ۲۲ شعبان ۴۳۵ ہجری میں غجدوانی نزد بخارا میں پیدا ہوئے۔ صوفیاء کرام کے تمام سلسلوں میں آپ مقبول ہیں۔ اتباع سنت اور اجتناب بدعت کے معاملہ میں سخت تھے۔ آپ کو جوانی میں ذکر قلبی کا سبق حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے حاصل ہوا تھا، جس پر ہمیشہ کار بند رہے۔ اور جب شیخ الشیوخ حضرت خواجہ ہمدانی قدس سرہ بخارا میں تشریف لائے تو حضرت شیخ عبدالحق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب تک خواجہ ہمدانی قدس سرہ نے بخارا میں قیام فرمایا حضرت غجدوانی قدس سرہ انکی صحبت میں رہے اور آپ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے استاد اور حضرت ہمدانی قدس سرہ آپ کے پیر و مرشد ہیں۔ طریقتہ عالیہ نقشبندیہ کے

ہشت شرائط آپ ہی کے مقرر کردہ ہیں۔ آپ کے پاس انسانی شکل میں فرشتہ طالب دعا بن کر حاضر ہوا۔ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ ہجری بخارا کے قریب غجدوان میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

محدثین، فقہاء و علماء کے حوالہ سے زرخیز زمین بخارا کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہاں نامور مشائخ طریقت اولیاء اللہ کا مولد و مدفن بھی ہے۔ ایسے ہی مشائخ میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ حضرت محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک کامل و اکمل ولی ہیں۔ جن کی ولادت بخارا سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر ریوگر نامی قصبہ میں ۲۷ رجب ۵۵۱ ہجری بمطابق ۱۵ ستمبر ۱۱۵۶ عیسوی کو ہوئی۔

اس زمانہ میں ریوگر سے ۳ میل کے فاصلے پر غجدوان نامی قصبہ میں خواجہ خواجگان حضرت عبدالحق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے، جن کے فیوض و برکات کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ حضرت محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ بھی انکی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ کہتے ہیں کہ بیعت ہونے کے بعد بس آپ اپنے شیخ کے ہو کر رہ گئے اور تمام عمر اپنے شیخ کی صحبت و خدمت میں گذاردی اور تصوف و طریقت میں کمال درجہ کو پہنچے۔

شریعت و سنت کی پابندی، زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبدالحق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ انکے جانشین ہوئے اور کثیر تعداد میں لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔ تصوف کے موضوع پر ”عارف نامہ“ نامی آپ کا ایک رسالہ خانقاہ موسیٰ زئی شریف کی لائبریری میں موجود ہے۔

یکم شوال المکرم ۶۱۶ ہجری کو آپ کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار پر انوار ریوگر میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت شہر بخارا سے نو میل کے فاصلہ پر مؤرخہ ۱۸ شوال ۶۲۸ ہجری انجیر فغنہ نامی قصبہ میں ہوئی۔ آپ کا شمار حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم خلفاء میں ہوتا ہے۔ اسی بناء پر حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر آپ کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔ اور آپ نے بھی دین متین کی مثالی اشاعت کی صورت میں نیابت کا حق ادا کیا۔

مشائخ نقشبندیہ میں سے آپ نے بر بنائے مصلحت تقاضائے زمانہ ذکر بالجسر یعنی بلند آواز سے ذکر کرنا جو کہ طریقہ نقشبندیہ میں مروج نہیں ہے، شروع کیا۔ جسے نامناسب خیال کرتے ہوئے اس وقت کے عظیم محدث اور فقیہ حضرت شمس الانمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حافظ الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں علماء کرام کا ایک وفد حضرت محمود انجیر فغنوی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا اور انہوں نے ذکر بالجسر شروع کرانے کی وجہ دریافت کی۔ تو آپ نے فرمایا ”تاکہ سویا ہوا بیدار ہو اور غفلت سے ہوشیار ہو، راہ راست پر آجائے، شریعت و طریقت پر استقامت کرے اور توبہ و رجوع الی اللہ کی رغبت کرے“۔ حضرت مولانا حافظ الدین محدث علیہ الرحمۃ نے عرض کیا حضور آپ کی نیت درست ہے لیکن اس کے لیے آپ کوئی حد مقرر فرمادیں تاکہ حقیقت مجاز سے اور آشنائیگانہ سے ممتاز ہو جائے۔ اس پر حضرت فغنوی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا ”ذکر جہر اس شخص کے لیے جائز ہے جس کی زبان جھوٹ و غیبت سے پاک ہو، جس کا حلق حرام و شبہ سے اور دل ریاء و سوسہ سے یعنی لوگوں کے دکھاوے اور سنانے سے اور اس کا دماغ غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے پاک ہو“۔ ۷ ربیع الاول ۷۱۷ ہجری کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار پر انوار بخارا میں ہے۔

حضرت عزیزان علی را میتنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بخاراسے دو میل کے فاصلے پر واقع رامیتن نامی گاؤں میں ۵۹۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ مشہور لقب عزیزان ہے۔ عالم و شاعر اور ولی کامل تھے۔ تصوف کے موضوع پر آپ نے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

آپ کی صحبت بابرکت میں ایسا اثر تھا کہ جلد ہی سالک روحانی ترقی حاصل کر لیتے تھے۔ آپ کے درج ذیل ملفوظات سنہری الفاظ میں لکھنے کے قابل ہیں۔

”مرد وہ ہے جس کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔ نامرد وہ ہے جو ذکر کرے مگر خدا کے لیے نہ کرے، یعنی رضائے الہی کے سوا کوئی اور مقصد پیش نظر رکھتا ہو۔“

”عمل کر کے اسے بھلا دینا چاہیے۔“

آپ کی مشہور رباعی ہے۔

باہر کہ نشستی و نہ شد جمع دلت

وز تو نہ رمید ز حمتِ آب و گِلت

ز نہار ز صحبتش گریزاں می باش

ور نہ نمکند روح عزیزان بملت

ترجمہ: جس کی صحبت کی مگر اس سے آپ کا دل مانوس نہ ہوا اور آپ سے مٹی و پانی والی اوصاف رخصت نہ ہوئیں یعنی اس کی صحبت سے اچھے اخلاق آپ کے اندر پیدا نہ ہوئے تو چاہیے کہ لازمی طور پر اس کی صحبت سے دور بھاگو۔ ورنہ عزیزان علیہ الرحمۃ کی روح آپ کے ساتھ نہ ہوگی۔ مجھ سے فیض حاصل نہ کر سکو گے۔ اگر فیض حاصل کرنا ہے تو غیروں کی صحبت کو ترک کر دو۔ ۲۷ رمضان المبارک ۷۱۵ ہجری یا ۷۲۱ ہجری کو ایک سو سال سے زائد کی طویل عمر پا کر اس فانی جہاں سے رخصت ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار پر انوار ملک فارس کے شہر خوارزم میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

شہر بخارا سے نو میل کے فاصلہ پر واقع قریہ سماس میں آپ کی ولادت ۲۵ رجب ۵۹۱ ہجری کو ہوئی۔ اسی لیے آپ کو سماسی کہا جاتا ہے۔ جذبات و واردات کا آپ پر غلبہ رہتا تھا۔ حضرت عزیزان علی را میتنی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت عزیزان علی را میتنی نے رحلت کے وقت آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور اپنے تمام مریدین کو آپ کی ارادت کا امر فرمایا۔

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کی جائے ولادت قصر ہندوان جو کہ بخارا سے تین میل کی فاصلہ پر ہے، سے گذرتے ہوئے فرماتے تھے ”زود باشد کہ ایں قصر ہندوان قصر عارفان گردد“ عنقریب یہ جگہ قصر ہندوان سے بدل کر قصر عارفان بن جائے گی۔ چنانچہ جب حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کی ولادت ہوئی اور آپ کے جد امجد آپ کو دعائے برکت کے لیے حضرت بابا سماسی کے پاس لائے تو حضرت بابا سماسی نے حضرت شاہ نقشبند کو اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا اور انکے متعلق ارشاد فرمایا یہ لڑکا عنقریب اپنے وقت کا امام مقتدیٰ بنے گا۔ حضرت خواجہ نقشبند فرماتے ہیں کہ جب میری عمر ۱۸ سال ہوئی اور میری شادی کا پروگرام بنا تو میں حضرت بابا سماسی قدس سرہ کی خدمت میں دعوت لیکر حاضر ہوا۔ حضور کی صحبت کی برکت سے اس رات مجھ پر گریہ زاری کا غلبہ ہوا۔ صبح کو لنگر کھانے کے بعد آپ نے مجھے ایک روٹی ساتھ لے چلنے کو کہا، میں نے ہچکچاہٹ محسوس کی تو فرمایا رکھ لو کام آئیگی۔ چنانچہ حضور میرے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک مخلص ملا۔ نہایت درجہ خوش ہوا اور آپ کو دعوت دے کر گھر لے گیا۔ اس کو بے چین دیکھ کر حضور نے فرمایا سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ کہنے لگا حضور گھر میں پنیر تو موجود ہے مگر روٹی موجود نہیں ہے۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا وہ روٹی نکالو تم نے دیکھا آخر وہ روٹی کام آہی گئی۔ آخر عمر میں حضرت بابا سماسی قدس سرہ نے بطور خاص اپنے خلیفہ نائب حضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ سے فرمایا تھا ”تم میرے اس فرزند بہاؤ الدین کے حق میں تربیت و شفقت میں ہر گز کوتاہی نہ کرنا“ چنانچہ حضرت امیر کلال نے آپ کی عمدہ تربیت کی اور الحمد للہ آپ کی یہ پیشنگوئی سو فیصد درست ثابت ہوئی

اور قصر عارفان بخارا سے نقشبندی فیض دنیا بھر میں پھیلا اور پھیل رہا ہے۔ آپ کا انتقال ۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ ہجری میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار پر انوار بھی قریہ سماس میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت سید شمس الدین امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالی نسب سید سادات میں سے ہیں۔ آپ کی جائے ولادت بخارا ہے۔ شہر بخارا سے چھ میل کے فاصلہ پر سوخار نامی قریہ میں ۶۷۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ معاش کا ذریعہ زراعت تھا۔ طاقت ور پہلوان تھے، شوق سے کشتی کھیلا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں کا مجمع لگا ہوا تھا، کشتی کا کھیل شروع تھا کہ وہاں سے حضرت بابا سماسی قدس سرہ کا گذر ہوا تو آپ وہیں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے ”یہاں موجود ایک شخص سے بندگان خدا کو فیض پہنچے گا، میں اسی لیے کھڑا ہوں“۔ چنانچہ یہ سید زادے اسی وقت سے حضرت بابا سماسی علیہ الرحمۃ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ صحبت و خدمت میں رہ کر آپ کے خلیفہ بلکہ جانشین بنے۔ آپ کے باکمال اور صاحب فیض ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم پیشوا حضرت سید بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد ہیں۔ بروز بدھ ۲ جمادی الآخر ۷۷۲ ہجری کو اس دار فانی سے دائمی ملک بقاروانہ ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار سوخار ہی میں زیارت گاہ اور مرکز رشد و ہدایت ہے۔

حضرت خواجہ خواجگان بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم شریف محمد اور والد گرامی کا نام بھی محمد ہے۔ اسلامی تاریخ شہر بخارا سے تین میل کے فاصلہ پر قصر ہندواں نامی قصبہ میں محرم الحرام ۷۲۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ کی پیشانی پر آثار ولایت و ہدایت نمایاں تھے اور یہ کیوں نہ ہوں جبکہ آپ کی ولادت سے بھی پہلے وہاں سے گذرتے ہوئے قطب عالم حضرت محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ مجھے یہاں سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے۔ ایک اور مرتبہ فرمایا اب وہ خوشبو زیادہ ہو گئی ہے اور

جب آپ پیدا ہوئے اور دعا کے لیے آپ کے پاس لائے گئے تو انہیں اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا اور توجہات سے نوازا۔ اس طرح حضرت شاہ نقشبند کی ابتدائی روحانی تربیت بابا ساسی نے کی اور بعد میں آپ کو حضرت سید امیر کلال کے سپرد فرمایا۔

گو آپ نے ظاہری طور پر طریقت کی تعلیم و تربیت حضرت سید امیر کلال سے حاصل کی لیکن روحانی طور پر آپ کی تربیت حضرت قطب عالم عبدالحق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اویسی طریقہ پر فرمائی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں میں اوائل احوال میں جذبات و بیقراری کے عالم میں راتوں کو اطراف بخارا میں پھرا کرتا تھا اور ہر مزار پر جاتا تھا۔ ایک رات میں تین مزارات پر گیا۔ آخر میں جس بزرگ کے مزار پر گیا وہاں حالت بے خودی میں نے دیکھا کہ قبلہ کی جانب سے دیوار شق ہو گئی اور ایک بڑا تخت ظاہر ہوا جس پر ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ الغرض ایک شخص نے مجھے بتایا کہ یہ حضرت عبدالحق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ میں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور وہ ارشادات فرمائے جو سلوک کے ابتداء اور درمیان و انتہا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی مکمل سلوک کی تعلیم دیدی۔ اس موقع پر تاکید کی طور پر آپ نے مجھے ارشاد فرمایا استقامت سے شریعت کے شاہراہ پر چلنا۔ کبھی اس سے قدم باہر نہ نکالنا۔ عزیمت اور سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے دور رہنا۔ اسی لیے مدت العمر آپ شریعت و سنت پر کاربند رہے اور اتباع شریعت اور رسم و بدعت سے نفرت طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی امتیازی علامات ہیں۔ نقشبندی سلسلہ آپ کی طرف منسوب ہے۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تین اصطلاحات وقوف زمانی، وقوف عددی اور وقوف قلبی شاہ نقشبند قدس سرہ نے مقرر فرمائی ہیں اور آپ اویسی بھی ہیں کہ آپ کو روحانی نسب حضرت خواجہ عبدالحق سے حاصل ہوئی۔

آپ کا وصال بروز پیر ۳ ربیع الاول ۷۹۱ ہجری میں ۷۳ برس کی عمر میں قصر عارفاں میں ہوا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مزار شریف قصر عارفاں نزد بخارا میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کے سامنے یہ شعر پڑھا جائے

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو

شیخنا اللہ از جمال روئے تو

ترجمہ: میرے مولیٰ میں ایک مفلس کی حیثیت سے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں، خدا را اپنا جلوہ جہاں آرا مجھے دکھادے۔

شیخ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علاؤالدین قدس سرہ خواجہ خواجگان حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس سرہ کے خلیفہ اول، داماد اور جانشین ہیں۔ لڑکپن ہی سے آپ پر حضرت شاہ نقشبند کی خصوصی نظر عنایت رہی۔ درجہ کمال پر فائز ہونے کے بعد اپنے سامنے ہی طالبان طریقت کی تعلیم آپ سے متعلق کر دی تھی۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اتباع سنت اور عمل بہ حریمت کا خصوصی اہتمام رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نامور علماء کرام نے بھی آپ کی طرف رجوع کیا۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر اور مختلف علوم و فنون میں مثالی درسی کتب کے مصنف حضرت علامہ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں۔ ”واللہ ما عرف الحق سبحانہ وتعالیٰ کمایٰ منعی الم اصل الیٰ خدمۃ العطار البخاری“ کہ خدا کی قسم میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو جیسا چاہیے نہیں پہچانا تھا جب تک کہ میں حضرت علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔

روز بدھ ۲۰ رجب المرجب ۸۰۴ ہجری کو اس فانی جہاں سے کوچ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار مبارک موضع جفانیاں ماوراءالنہر کے علاقہ میں ہے۔

شیخ خواجہ یعقوب چرنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت غزنی کے چرخ نامی گاؤں میں ۷۶۲ ہجری میں ہوئی۔ باطنی تعلیم و تربیت کے لیے پہلے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دست اقدس پر بیعت کی۔ خلوص و محبت سے خدمت و صحبت میں رہ کر آپ سے فیوض باطنی حاصل کیے۔ اس قدر کہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا

ہاتھ پکڑ کر فرمایا تیرا ہاتھ ہمارا ہاتھ ہے، جس نے تمہارا ہاتھ پکڑا اس نے ہمارا ہاتھ پکڑا۔ گو آپ کو طریقہ عالیہ کی اجازت حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی لیکن آپ نے اس کی تکمیل حضرت علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر کی۔ اس لیے سلسلہ عالیہ میں آپ کا نام حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آتا ہے۔ تفسیر یعقوب چرخي آپ کی مشہور تصنیف ہے جو کہ قرآن و حدیث کے علاوہ تصوف و سلوک کے نکات پر بھی مشتمل ہے۔ ۵ صفر المظفر ۸۵۱ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تاجکستان کے دارالحکومت دوشنبہ کے نزدیک بلخون، گلستان نامی گاؤں میں آپ کا مرقد مبارک مرکز فیوض و ہدایت ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ماہ رمضان المبارک ۸۰۶ ہجری میں حضرت خواجہ محمود بن خواجہ شہاب الدین قدس سرہ کے گھر تاشقند کے قریب باغستان میں ہوئی۔ آپ کا اسم شریف عبید اللہ، لقب ناصر الدین اور احرار ہے، زیادہ مشہور لقب احرار ہے۔ آپ کا اہل خانہ ایک طرف تو امیر کبیر صاحب دولت و ثروت تھا تو دوسری طرف اہل ذکر صاحب فیض و کمال۔ آپ کے جد امجد حضرت شہاب الدین علیہ الرحمۃ نے جب آخری وقت میں الوداع کہنے کے لیے اپنے پوتوں کو بلایا تو قریب آنے پر کم سن حضرت عبید اللہ کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور پھر گود میں لیکر فرمایا اس فرزند کے بارے میں مجھے شہادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ملی ہے کہ یہ پیر عالمگیر ہو گا اور اس سے شریعت و طریقت کو رونق حاصل ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ بچپن ہی سے آپ کو بزرگوں کی زیارت و ملاقات کا شوق ذوق رہا۔ بہت سے بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دی اور فیض حاصل کیا۔ چنانچہ ۲۲ سے ۲۹ برس کے عمر تک آپ سفر میں رہے۔ ایک مرتبہ آپ ہرات میں تھے کہ ایک سوداگر نے آپ سے حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخي رحمۃ اللہ علیہ کے فیض پر اثر کی تعریف کی تو اسی وقت بلخ کے راستے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے۔ جاتے ہوئے ان کے مرشد پاک خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کی زیارت کی۔

جب حضرت خواجہ یعقوب چرخي رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت احرار علیہ الرحمۃ نے خود اپنی اس ملاقات کا اس طرح ذکر فرمایا ”جب میں حضرت یعقوب چرخي قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا، آپ بڑی شفقت و عنایت سے پیش آئے، بیعت فرمایا، روحانی تربیت فرمائی اور جلد ہی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔“ حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ جو آپ کے خلفاء میں سے ہیں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ یعقوب چرخي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو طالب کسی بزرگ کی صحبت میں جانا چاہے تو اسے عبید اللہ احرار کی طرح جانا چاہیے کہ چراغِ حق اور تیل سب تیار ہے صرف دیا سلائی دکھانے کی دیر ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر قبولیت عامہ عطا فرمائی تھی کہ بعض اوقات فرمایا کرتے تھے اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی اور پیر کو مرید میسر نہ آئیں، مگر میرے ذریعے دوسرا کام لگایا گیا ہے اور وہ ہے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترویج و اشاعت۔ حضرت احرار رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و معتقدین میں جہاں درویش، فقراء نظر آتے ہیں وہاں بڑی تعداد میں امراء اور ولی بھی باادب کھڑے نظر آتے ہیں۔ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ ہجری کو انتقال فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ کوچہ ملایان سمرقند میں آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔

حضرت خواجہ محمد زاہد و خشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بخارا کے علاقہ حصار کی نواحی بستی و خشی میں مورخہ ۱۲ شوال ۸۵۲ ہجری کو پیدا ہوئے۔ خاندان کے لحاظ سے آپ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف شیخ حضرت خواجہ یعقوب چرخي قدس سرہ کے نواسہ ہیں اور طریقت کے حوالہ سے انکے خلیفہ خواجہ خواجگان حضرت عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور بعد میں مسند نشین ہیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ اس وقت سمرقند میں قیام پذیر تھے، جب آپ ان سے بیعت و فیضیابی کے لیے حصار سے روانہ ہوئے۔ ابھی آپ سمرقند سے چھ میل کے فاصلہ پر حملہ و اسرائے میں پہنچے تھے کہ بذریعہ کشف معلوم ہونے پر حضرت خواجہ احرار علیہ الرحمۃ آپ کے استقبال کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ فقراء بھی تھے، لیکن کسے یہ معلوم نہ تھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت محمد زاہد قدس سرہ کو بھی معلوم ہوا کہ حضرت احرار تشریف لا رہے ہیں چنانچہ آپ نے شیخ کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ قیام گاہ میں لے گئے اور اپنے باطنی احوال و واردات حضرت عبید اللہ

احرار قدس سرہ کی خدمت میں بیان کیے اور بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت نے آپ کو اُسی وقت بیعت فرمالیا اور اسی مجلس میں خصوصی توجہ و تصرف سے تمام روحانی منازل طے کرادیئے اور تکمیل کے درجہ تک پہنچا کر خلافت و اجازت سے سرفراز کر کے وہیں سے تبلیغ دین کے لیے رخصت بھی عنایت فرمادی۔ آپ کے بارے میں حضرت احرار علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا زاہد چراغ، تیل اور بتی تیار کر کے ہمارے پاس آئے تھے، ہم نے صرف روشن کر کے رخصت کیا۔ اللہ، اللہ! کس قدر فیاض اور کس قوت تصرف کے حامل و کامل شیخ اور کس کمال درجہ کی استعداد و صلاحیت والے مرید صادق کہ دوسرے مریدین جو برسوں میں حاصل نہ کر سکے حضرت زاہد قدس سرہ ایک ہی مجلس میں حاصل کر گئے۔

آپ یکم ربیع الاول ۹۳۶ ہجری کو اپنے آبائی وطن و خوش میں واصل بحق ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ و خوش ہی میں آپ کا مزار پر انوار ہے۔ جہاں سے لاکھوں لوگ فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ

۱۶ شوال ۶۸۴ ہجری کو ترکی کے استقرانامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ نسب کے حوالہ سے آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور شیخ حضرت خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ہیں، اس لیے بچپن ہی سے آپ کے دل کا میلان نیکی، ذکر و فکر اور تعلیم کی طرف تھا۔ آپ عرصہ تک تو ایک عام مولوی عالم کی طرح بچوں کو دینی تعلیم دیتے رہے لیکن بعد میں زہد و عبادت کی طرف اس قدر متوجہ ہوئے کہ زیادہ وقت جنگلوں اور ویرانوں میں گزارنے لگے۔ اسی اثناء میں آپ کے پاس حضرت خضر علیہ السلام آئے، ملاقات کی اور حضرت محمد زاہد علیہ الرحمۃ کی صحبت و خدمت اختیار کرنے کو کہا۔ چنانچہ آپ انکی خدمت میں گئے، بیعت ہوئے اور انکی توجہات عالیہ کے صدقے میں روحانی کمالات حاصل کئے اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہو کر ایک مخلوق کو باطنی فیض سے سیراب کیا۔ لیکن پھر بھی تنہائی و گوشہ نشینی سے آپ کو زیادہ رغبت رہتی تھی۔ حضرت محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کے مسند نشین مقرر ہوئے اور خلق خدا جو ق درجہ آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس طرح آپ نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔

۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ ہجری بروز جمعرات کو اس عالم فانی سے کوچ فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار پر انوار آبائی گاؤں اسقرار (ماوراءالنہر نامی ترکی کا مشہور علاقہ) میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ محمد مقتدی المکنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قطب عالم حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ کے گھر بخارا کے قریب المکنہ نامی گاؤں میں ۹۱۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور بزرگ والدین کی اعلیٰ تعلیم و تربیت نے آپ کو کمال درجات پر فائز کیا۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے آغوش میں ایک بچہ لیے ہوئے ہیں، غور سے جو دیکھا تو وہ بچہ ان کا لخت جگر محمد مقتدی ہے تو پدری شفقت میں اور اضافہ ہوا اور پہلے سے زیادہ اس نو نہال کی تعلیم اور تربیت پر توجہ مبذول فرمائی اور سیر و سلوک کی تکمیل پر ان کو خرقة خلافت سے سرفراز فرمایا۔ والد گرامی و مرشد کامل حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ کے وصال کے بعد مسند نشین ہوئے اور خوب دین کی تبلیغ کی اور آپ شریعت و سنت کے نیز طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے اصول و ضوابط کے سخت پابند تھے۔ آپ کی طبیعت مبارک میں انتہا درجہ کی انکساری تھی، چنانچہ آپ کے بڑھاپے کے زمانہ میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور مسجد بلندی پر واقع ہے اور آپ کا گھر کافی نیچے ہے، کمزوری کے باعث آنے جانے میں کافی تکلیف ہوتی ہے، اس لئے زیادہ بہتر ہوگا کہ آپ نماز عصر، مغرب و عشاء پڑھ کر ایک ہی بار واپس جایا کریں۔ جواب میں ارشاد فرمایا جیسی نمازیں ہم پڑھتے ہیں ان میں بس مسجد میں آنا جانا ہی تو کام ہے، باقی ہماری نمازوں میں کیا رکھا ہے۔ ایک طرف آپ کے اوپر دید قصور کا اسقدر غلبہ، اور دوسری طرف خداداد مقبولیت کا یہ عالم کہ والی توران عبید اللہ خان ہر روز صبح کے وقت قدم بوسی کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ برصغیر پاک و ہند حضرت خواجہ المکنی کے ممنون و مشکور ہیں کہ آپ نے اپنے خلیفہ حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہ کو یہاں بھیج کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے یہاں کے عوام و خواص کو فیضیاب کر دیا۔

تقریباً نوے سال کی عمر میں ۲۲ شعبان ۱۰۰۸ ہجری میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار شریف بخارا سے تین میل کے فاصلے پر المکنہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت باقی باللہ قدس سرہ کی ولادت ۵ ذوالحجہ ۹۷۱ھ یا ۹۷۲ھ میں کابل میں ہوئی۔ تصوف و طریقت کی تعلیم حضرت خواجہ محمد الکنگنی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ نیکی تقویٰ و صلاحیت کے پیش نظر حضرت الکنگنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے نواز کر اشاعت اسلام کے لئے ہندوستان بھیجا۔ آپ ہی پہلے وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سرزمین ہند کے لوگوں کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے آشنا کیا۔ کابل سے ہجرت کر کے پہلے آپ لاہور تشریف فرما ہوئے، کچھ عرصہ لاہور میں قیام کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور آخر تک وہیں قیام فرما رہے۔ آپ کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ و نائب ہیں۔ نیز بین الاقوامی شہرت کے حامل محدث و فقیہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ سے فیضیاب ہوئے اور انہوں نے اپنے رسالہ موصل المرید الی المراد میں یہ تصریح فرمائی کہ نسبت فنا و بقا حاصل کرنے کے لیے طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں۔ عجز و انکساری (جو کہ فقیری کا ایک خاصہ ہے) کا آپ پر اس قدر غلبہ رہتا تھا کہ اگر کسی فقیر سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو فرماتے تھے ”یہ فقیر بیچارے کیا کریں، یہ تو ہماری صفت کا اثر ہے جو اس پر منعکس ہوا ہے“ رزقِ حلال کا آپ خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور فقیروں سے فرماتے تھے اگر تم ایک ہزار سال تک بھی ذکر کرتے رہو مگر تمہارا کھانا رزقِ حلال مال سے نہیں ہے تو تمہارا روحانی مقصد کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ صرف کھانا ہی نہیں بلکہ جلانے کے لکڑی، برتن اور پانی بھی حلال ذرائع سے حاصل ہونی چاہیے۔

آپ فرماتے تھے کہ ہمارے طریقہ کا مدار تین باتوں پر ہے۔

1. اہل سنت و الجماعت کے عقائد پر ثابت قدم رہنا۔

2. دوام آگاہی۔

3. عبادت الہی۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت کیا ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل اتباع کرنا۔ اس مخلص نے دوبارہ عرض کیا ممکن ہے کہ اتباع کرنیوالے کا مقصود حصول جنت یا جہنم کے عذاب سے نجات ہو؟ فرمایا ایسا تابعداری کرنے والا کچا ہے مکمل اتباع کرنے والا نہیں ہے۔

۲۵ جماد الثانی ۱۰۱۲ھ بروز ہفتہ سورج غروب ہونے میں ابھی کچھ دیر تھی کہ آپ باواز بلند ذکر اسم ذات میں مشغول ہو گئے اور اللہ اللہ کہتے ہوئے روحانیت کا یہ آفتاب رحمت الہی کی شفق میں غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عمر مبارک فقط ۴۰ چالیس برس ہوئی۔ آپ کا مزار پر انوار دہلی میں قطب روڈ پر قدم شریف کے نزدیک زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی

شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت شب جمعہ ۱۴ شوال المکرم حضرت مخدوم عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سرہند شریف نامی قصبہ میں ہوئی۔ ولادت سے قبل ہی آپ کے والد گرامی کو بذریعہ خواب نیک نام صاحبزادہ کی ولادت کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۸ واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ چنانچہ شرعی حمیت و غیرت کے ایک موقعہ پر اپنے مکتوب میں ”رگ فاروقیم در حرکت آمد“ فرما کر اس بابرکت نسب کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ حفظ قرآن کے بعد درسی کتب بمعقولات و حدیث و تفسیر حضرت شیخ یعقوب، علامہ کمال الدین کشمیری اور مولانا قاضی بہلول رحمۃ اللہ علیہم کے پاس پڑھیں اور تصوف کی کتب مثلاً التعرت، عوارف المعارف اور فصوص الحکم اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کچھ عرصہ درس و تدریس میں مصروف رہے۔ اس کے بعد روحانی و باطنی علوم میں آپ نے محض سترہ سال کی عمر میں کمال حاصل کیا۔ بعد میں ہمہ تن تبلیغ و اشاعت اسلام میں مشغول ہو گئے۔

مجدد الف ثانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”بَعَثَ اللَّهُ رَجُلًا عَلَى رَأْسِ أَحَدِ عَشَرَ مِائَةً سَنَةً هُوَ نُورٌ عَظِيمٌ اسْمُهُ اِسْمُ بَيْنَ السَّلَاطِينِ الْجَابِرِينَ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ رَجُلًا اَلْوَفَا“ (الحديث) ترجمہ: گیارہویں صدی کے سرے پر اللہ تعالیٰ ایک ایسا شخص پیدا کریگا جو نور عظیم ہوگا اور اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ وہ دو ظالم حکمرانوں کے درمیان زندگی بسر کریگا اور اس کی شفاعت سے کئی ہزار آدمی جنت میں داخل ہونگے۔ فرما کر جس مجدد اور نور عظیم کے آمد کی خوش خبری سنائی تھی، عالم اسلام کے جمہور علماء و مشائخ کی تصدیق کے مطابق اس کے مصداق حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مثلاً شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر آج تک سب علماء و مشائخ آپ کو مجدد الف ثانی مانتے رہے ہیں۔ آپ نے احیاء سنتہ اور رد کفر و بدعت کے سلسلہ میں ایسے کارنامے انجام دیے کہ نہ پہلے کسی عالم یا ولی نے ایسا کر دکھایا نہ بعد میں کسی اور نے۔

آپ کے چھٹے جد امجد حضرت خواجہ رفیع الدین قدس سرہ علوم ظاہر و باطن کے جامع اور حضرت جلال الدین بخاری المعروف مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ سرہند شہر کی بنیاد آپ ہی نے رکھی تھی۔ جبکہ آپ کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ بھی سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کے مرید اور انکے خلف رشید حضرت شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کے والد بزرگوار فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے فرزند احمد کی ولادت کے دن حالت کشف میں دیکھا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے گھر میں تشریف فرما ہیں اور نو مولود احمد کے کانوں میں اذان و تکبیر کہہ رہے ہیں۔

سلوک طریقت

شروع میں آپ نے اپنے والد گرامی حضرت عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر طریقہ چشتیہ میں بیعت کی۔ اس کی تکمیل کے بعد والد گرامی ہی سے سلسلہ قادریہ میں بھی بیعت کی، مگر خرقہ خلافت حضرت شاہ کمال کیتھلی حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سے حاصل کیا۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ

گو آپ دیگر سلاسل سے فیضیاب ہو چکے تھے لیکن آپ کو سلسلہ نقشبندیہ کی تڑپ ہر وقت بے قرار رکھتی تھی۔ چنانچہ ۱۰۰۷ ہجری میں والد گرامی کے انتقال کے بعد ۱۰۰۸ھ میں جب حج بیت اللہ اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ارادے سے سرہند سے روانہ ہو کر دہلی پہنچے تو دہلی کے علماء و فضلاء بکثرت آپ کی زیارت و ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ جن میں سے ملا حسن کشمیری رحمۃ اللہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہ کا ذکر سنتے ہی بلاتاخیر آپ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت شیخ نے بھی دیکھتے ہی آپ کو پہچان لیا کہ یہ وہی عزیز ہیں جن کی خوش خبری سنا کر حضرت شیخ الکنگلی قدس سرہ نے مجھے ہندوستان بھیجا تھا۔ چنانچہ آپ نے حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کو غیر معمولی شفقت و محبت سے نوازا، بیعت کیا اور کچھ عرصہ دہلی میں قیام کی ترغیب دی۔ چنانچہ آپ ڈھائی ماہ دہلی میں رہے اور حضرت محمد باقی باللہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا سلوک طے کیا۔ جس کی خوشخبری آپ کو مرشد کامل نے خود دی۔ دوسری بار حاضری پر حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہ نے خلافت و اجازت سے سرفراز فرمانے کے ساتھ ساتھ بعض اپنے مریدین بھی تربیت کے لئے آپ کے سپرد فرمائے۔ سرہند واپسی کے کچھ ہی عرصہ بعد حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہ نے آپ کے نام شوق و ملاقات پر مشتمل خط تحریر فرمایا۔ خط پڑھتے ہی آپ دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ جب دہلی کے قریب پہنچے تو معلوم ہونے پر حضرت شیخ آپ کے استقبال کے لئے کابلی دروازہ تک مع فقراء تشریف لائے۔ تیسری بار کی اس حاضری پر حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہ نے اپنے فقراء سے فرمایا ”اب آپ شیخ احمد کی طرف متوجہ رہیں، دورانِ حلقہ کوئی بھی میری طرف متوجہ نہ ہو“ یہی نہیں بلکہ بعض احباب کو متاثر پا کر ارشاد فرمایا ”شیخ احمد آفتاب ہیں اور ہم جیسے ستارے ان کی روشنی میں گم ہیں“۔ حدیث ہے کہ خود بھی دوسرے مریدوں کی طرح حضرت امام ربانی کے حلقہ میں شامل ہوتے اور آداب بجالاتے رہے۔ جبکہ امام ربانی قدس سرہ تو ویسے بھی مریدانہ انداز میں آپ کے آداب بجالاتے تھے۔ آخری بار کی اس صحبت و ملاقات میں حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں خواجہ عبید اللہ اور خواجہ عبداللہ (یہ اس وقت شیر خوار بچے تھے) کو طلب فرما کر حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ سے توجہ دلائی۔ نیز انکی والدہ کو بھی غائبانہ توجہ دلائی (اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کو بزرگوں سے توجہ دلانا اور خواتین کو باپردہ کسی بزرگ سے توجہ دلانا جائز اور شریعت و طریقت کے عین مطابق ہے۔ اور یہ مثالِ ماسلف کے یہاں مروج رہا ہے)

اتباع سنت اور امام ربانی

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اتباع شریعت و سنت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ صدیاں گزرنے کے بعد بھی اس کی نظیر کہیں نظر نہیں آتی۔ یہ اتباع سنت کی برکت تھی کہ جس ملک کے معاشرہ کو جلال الدین اکبر اور جہانگیر جیسے حکمرانوں نے دین اسلام کے سراسر مخالف بنادیا تھا، مختصر سی مدت میں اسی ملک میں عوام الناس سے لیکر ایوان اقتدار تک بلا کم و کاست حق کا پیغام پہنچایا اور اپنی خداداد صلاحیت اور حکمت عملی کے ذریعے دین اسلام کی اشاعت کا ایسا ڈنکا بجایا کہ پہلے اس کا تصور کرنا بھی محال نظر آتا تھا۔ ہندوستان بھر میں اتباع شریعت و سنت کا راج اور خلاف شرع رسوم و رواج کی تیغ کنی اور علماء سوء (بد عقیدہ گمراہ اور گمراہ کن تعلیم یافتہ لوگوں) کی کوتاہیوں کی نشاندہی آپ کے تجدیدی کارناموں میں نمایاں طور پر شمار ہوتے ہیں۔ قید و بند کی صعوبتیں تو برداشت کیں لیکن اظہار حق میں اغماض و چشم پوشی سے کام نہیں لیا۔

وفات حسرت آیات

دین اسلام کی نشاۃ ثانیہ، تجدید و احیاء اور سلاطین وقت کی غیر معمولی اصلاح اور شریعت کی مثالی ترویج و اشاعت کے بعد بتاریخ ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ کی رات حسب معمول نماز تہجد کے لئے اٹھے اور اطمینان و سکون سے نماز تہجد ادا کرنے کے بعد وہاں موجود فقراء کو سفر آخرت کی خبر سنائی اور ذکر الہی میں مشغول ہو گئے۔ اسی محویت میں آپ کی روح مبارک رفیق اعلیٰ سے جا ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے مطابق ۶۳ برس تھی۔ آپ کا مزار پرانوار سرہند شریف میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے صاحبزادہ اور جانشین ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۰۰۷ھ میں سرہند شریف میں ہوئی اور اسی سال حضرت امام ربانی قدس سرہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس لئے

حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی ولادت کو نیک فال خیال کرتے تھے اور اپنی زندگی ہی میں انکو قطب عالم کے منصب پر فائز ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ گیارہ سال کی عمر میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے آپ کو بیعت فرمایا اور طریقت کی تعلیم دی۔ سولہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ صرف ایک ماہ کی مختصر مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اتباع سنت اور عمل بہ عزیمت کے سلسلے میں آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے عملی نمونہ تھے، جس کا اظہار مکتوبات معصومی میں بخوبی ہوتا ہے۔ حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے آپ کو وصیت فرمائی تھی کہ تم خوش دل ہو یا تنگ دل، ہر صورت میں جس سے بھی ملو خواہ وہ اچھا ہو یا برا، کشادہ پیشانی اور حسن اخلاق سے ملو۔ کسی پر اعتراض نہ کرو، گفتگو میں سختی ہر گز نہ کرو، خانقاہ کی ٹوٹی چٹائی کو تخت سلطنت سمجھو۔ پرانی جھوپڑی اور سوکھی روٹی پر قناعت کرو۔ صحبت امراء اور مجلس سلطان سے پرہیز رکھو۔ حضرت معصوم قدس سرہ کی زندگی اسی عہد پر ختم ہوئی کہ سلطان شاہ جہاں آپ کی رفاقت کی تمنا کرتا رہا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ سلطان عالمگیر حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ حاکم وقت تھا مگر حضرت صاحب کا اس پر اس قدر رعب طاری رہتا تھا کہ مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتا تھا اور آپ کی خدمت میں ادب کی بنا پر زبان سے شاذ و نادر ہی کچھ عرض کرتا تھا۔ لکھ کر گزارشات پیش کرتا تھا۔ مشہور روایت کے مطابق آپ کے ساٹھ ہزار خلفاء اور نولاکھ مریدین تھے۔ کئی بادشاہ آپ کے مرید تھے۔ جب آپ حجاز مقدس تشریف لے گئے تو ہزاروں کی تعداد میں اہل حریمین آپ سے بیعت ہوئے۔ اس قدر تبلیغی مصروفیات کے باوجود درس و تدریس کا مشغلہ کبھی ترک نہ کیا۔ عصر کے بعد وعظ نصیحت کی مجلس ہوتی تھی۔ خواتین کی تلقین اور نصیحت کے لئے وقت مقرر ہوتا تھا۔ لوگ باعیال آپ کے دربار میں آتے، جن کے لئے علیحدہ جگہ کا انتظام ہوتا تھا اور حضرت قدس سرہ کی صاحبزادیاں درمیان میں واسطہ ہوتی تھیں۔

آپ کا انتقال ۹ ربیع الاول ۱۰۹۹ھ کو ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار مبارک سرہند شریف میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

محی السنۃ حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ

آپ عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اللہ سرہ العزیز کے صاحبزادہ اور خلیفہ ارشد ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۰۴۹ھ میں سرہند شریف میں ہوئی۔ آپ کو فطرۃ سلیمہ کے ساتھ نیکی، اتباع شریعت اور اعلاء کلمۃ الحق کے انعامات ترکہ میں حاصل تھے۔ کمال یہ کہ محض گیارہ سال کی عمر میں دینی تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل عالم و فاضل بن چکے تھے۔ اسی عمر میں والد محترم (حضرت قیوم ثانی علیہ الرحمہ) نے فناء قلب کی بشارت دی تھی۔ سلطان عالمگیر جو کہ نظامتِ ملتان کے زمانہ سے حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے، جب پورے ہندوستان کے والی بن گئے تو انکی تربیت کے لئے حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ نے اپنے نوجوان صالح فرزند حضرت سیف الدین قدس سرہ کا انتخاب فرمایا۔ آپ جیسے ہی شاہی قصر معلیٰ کے پھانک پر پہنچے تو دو ہاتھیوں کے مجسمے دیکھے۔ پہلے انکو توڑ دیا پھر اندر داخل ہوئے۔ اسی طرح شاہی باغ میں جواہر اور موتیوں کی آنکھوں والی مچھلیوں کو توڑ دیا۔ سلطان عالمگیر علیہ الرحمۃ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے اس حسن انتخاب پر ہمیشہ آپ کے مشکور رہے۔ سلطان صالح کی لہیت اور حضرت محی السنۃ کی کمال روحانی تربیت تھی جس نے سلطان کو سالکِ طریقت بنا دیا۔ اس قدر قربِ سلطانی کے باوجود اہل دنیا کی صحبت سے ہمیشہ محترز رہے۔ یہاں تک دولت مندوں کے ساتھ کھانا نہ کھاتے تھے۔ کبھی بھی بادشاہ یا کسی امیر سے شرعی معاملہ میں روو رعایت نہیں کی۔ خلافِ شرع کام سے بہت سختی سے روکتے تھے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ ظہر و عصر کے درمیان خواتین کو درس حدیث دیا کرتے تھے۔ مرشد کامل (جو کہ آپ کے والدِ گرامی بھی تھے) اور جد امجد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہا سے آپ کو فنائیت کے درجہ کی والہانہ عقیدت و محبت تھی جس کی ایک جھلک درج ذیل اشعار میں نظر آتی ہے، جو آپ رات کے وقت ان دونوں بزرگوں کے مزارات پر روتے اور گڑ گڑاتے ہوئے پڑھتے تھے۔

من کیستم کہ با تو دم دوستی ز نم
چندیں سگانِ کوئے تو یک سگ منم

ترجمہ: میری کیا مجال کہ آپ سے دوستی کا دعویٰ کروں؟ میں تو بس آپ کے دربار کے کتوں میں سے ایک کتا ہوں۔

آپ کا انتقال ۴۷ سال کی عمر میں ۱۹ یا ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۰۹۶ھ میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار پر انوار سرہند شریف میں ہے۔

حضرت حافظ محمد محسن دہلوی قدس سرہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث قدس سرہ، عالم اسلام میں علم حدیث کے شیخ اور محدث کے لقب سے مشہور ہیں۔ جہاں خود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ سے فیضیاب ہوئے، وہاں آپ کے خانوادے کے دیگر افراد نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خانوادہ سے روحانی و باطنی کمالات حاصل کئے۔ ایسے ہی ایک عالم و فاضل، حافظ قرآن ولی کامل حضرت حافظ محمد محسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جو کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے نواسے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے پوتے حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور بہت جلد طریقت کے روحانی منازل طے کر کے کمال درجہ پر فائز ہوئے اور حضرت سیف الدین قدس سرہ نے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ آپ تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ علوم شرعیہ سے آپ کو خصوصی شوق تھا۔ حضرت سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے قائم کردہ اصلاحی مرکز کو آپ ہی نے سنبھالا اور طریقت کے طالب علموں کی روحانیت تربیت کی۔

دہلی ہی میں آپ نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہیں پر آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

خواجہ خواجگان حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

سید السادات حضرت نور محمد بدایونی علیہ الرحمۃ نے ابتداء میں علوم شرعیہ کی تعلیم حاصل کی۔ جس میں مہارت اور سند فراغت حاصل کرنے کے بعد باطنی علوم و معرفت الہی کے حصول کے لئے حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ صحبت و خدمت سے استفادہ کیا اور انکے وصال کے بعد

خلیفہ اعظم حضرت حافظ محمد محسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت کی اور فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ گردن نیچے کر کے مراقبہ کثرت سے کرتے تھے، جس کی وجہ سے آپ کی گردن مبارک خمیدہ (کبڑی) ہو گئی تھی۔ حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ نے تلقین و ارشاد کا منصب سنبھالا اور آپ سے ایک عالم فیضیاب ہوا۔

گیارہ ذی قعدہ ۱۱۳۵ھ ہجری میں دہلی میں آپ کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے مزار مبارک کے قریب جنوب کی جانب آپ کا مزار پرانوار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ جس پر درج ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے ”سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ ۱۱ ذی قعدہ ۱۱۳۵ھ ہجری انتقال فرمود“

فرید العصر شمس الدین حبیب اللہ

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہ

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے اس آفتاب کا طلوع (ولادت) جمعہ گیارہ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ ہجری کو ہوا۔ آپ علوی سادات میں سے ظاہری و باطنی کمالات کے جامع بزرگ ہیں۔ کیتائے روز عالم و عارف حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ آپ کے بڑے مداح تھے۔ نفس زکیہ اور قیم طریقہ احمدیہ نے لکھا ہے کہ آپ کو نو سال کی عمر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب میں زیارت ہوئی اور بارہا خواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۱۸ برس کی عمر میں حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کے دست اقدس پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ چار سال کے بعد حضرت بدایونی علیہ الرحمۃ نے آپ کو طریقہ عالیہ کی تعلیم کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مفسر قرآن فقیہ اعظم حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ بھی آپ کے خلفاء میں سے ہیں۔

بدھ ۷ محرم الحرام کی رات ایک رافضی نے آپ کو گولی مار کر زخمی کر دیا اور ہفتہ دس محرم الحرام ۱۱۹۵ھ ہجری کی رات راہی ملک بقاء ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مادہ تاریخ شہادت: حدیث شریف ”عَاشَ حَمِيدًا وَفَاتَ شَهِيدًا“ سے نکلتا ہے۔ مزار مبارک دہلی میں بمقام چتلی دہلی زیارت مرکز و ہدایت ہے۔

مرشدنا حضرت عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ

آپ کی ولادت شریف ۱۱۵۸ ہجری کو قصبہ پٹیلالا (پنجاب) میں ہوئی۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کو جو کہ صاحب ریاضت و مجاہدہ بزرگ تھے، خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زیارت ہوئی۔ آپ فرما رہے تھے کہ اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر رکھنا۔ چنانچہ ولادت کے بعد آپ کا نام علی رکھا گیا لیکن سن تمیز کو پہنچ کر ادب کی وجہ سے اپنے تئیں غلام علی مشہور کیا۔ جبکہ آپ کے چچا بزرگوار نے (وہ بھی بڑے کامل ولی تھے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کا نام عبداللہ تجویز کیا۔ آپ قوی الحافظہ تھے۔ ایک مہینہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ۱۱۷۰ھ میں ۳۲ سال کی عمر میں بیعت کے لئے حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہ کی خدمت میں پہنچ کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ کہتے ہیں کہ حضرت شہید علیہ الرحمۃ نے اس وقت فرمایا جہاں ذوق و شوق ہو وہاں جا کر بیعت کریں، یہاں تو بے نمک پتھر گھسنا ہے۔ عرض کی کہ مجھے منظور ہے۔ یہ سن کر حضرت شہید علیہ الرحمۃ نے فرمایا تو مبارک ہو۔ پھر بیعت کیا اور آپ کو صحبت میں رکھا۔ پندرہ سال بعد حضرت شہید علیہ الرحمۃ نے آپ کو اجازت مطلقہ سے سرفراز فرمایا۔ آپ سوتے بہت کم تھے۔ تہجد کے وقت فقراء کو خود اٹھاتے تھے اور تہجد پڑھ کر مراقبہ اور تلاوت قرآن میں مشغول ہو جاتے تھے۔ صبح کی نماز اول وقت میں باجماعت ادا کر کے اشراق کے وقت تک مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ تقریباً دو سو فقراء روزانہ خدمت میں موجود رہتے اور لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔ ترکستان کے بہت بڑے عالم حضرت خالد رومی قدس سرہ بھی آپ کے خلفاء میں سے ہیں، جن کے نام سے آج بھی خالدیہ نقشبندیہ سلسلہ ترکی میں مشہور و معروف ہے اور ان کے متوسلین عربی، فارسی، اردو، انگریزی، ترکی اور دیگر زبانوں میں تحریری طور پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔

۲۲ صفر المظفر ۱۲۴۰ھ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خانقاہ عالیہ حضرت شاہ غلام علی دہلی میں اپنے شیخ شہید علیہ الرحمۃ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات کا مادہ (۱۲۴۰ھ) ابجد کے حساب سے ”تَوَزَّ اللَّهُ مَضْبَعَةً“ (اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو روشن رکھے) ہے۔

حافظ القرآن حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم شریف زکی القدر اور لقب ابوسعید ہے۔ آپ کی ولادت دوزی قعدہ ۱۱۹۶ ہجری کو مصطفیٰ آباد (رام پور، ہندوستان) میں حضرت صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام ربانی قدس سرہ کی اولاد میں سے تارک الدنیا بزرگ تھے۔ دس برس کی عمر میں تقریباً سارا قرآن حفظ کرنے کے بعد حضرت قاری نسیم علیہ الرحمۃ کے پاس تجوید کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد علوم اسلامیہ کی اکثر کتب حضرت مفتی شرف الدین علیہ الرحمۃ کے پاس پڑھیں اور بعض کتب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نامور فرزند مولانا شاہ رفیع الدین کے پاس پڑھیں۔ جبکہ حدیث شریف کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔

تحصیل علم کے زمانہ میں اپنے والد بزرگوار کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کچھ عرصہ بعد انکی اجازت سے حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کو دیکھ کر حضرت درگاہی علیہ الرحمۃ نے خصوصی توجہات سے نواز کر مختصر ہی وقت میں خلافت و اجازت سے سرفراز کیا، لیکن آپ کی روحانی تشنگی ابھی باقی تھی کہ مفسر قرآن اور فقیہ اعظم حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی ترغیب پر شیخ المشائخ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور پندرہ برس تک ان سے فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ چونکہ آپ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ طریقت و تصوف کے رموز و اسرار میں بھی ممتاز مقام رکھتے تھے، بعض احباب نے استدعا کی کہ اس اہم موضوع پر آپ کوئی کتاب لکھیں۔ چنانچہ آپ نے ”ہدایت الطالبین“ کے نام سے علم سلوک کی ایک بیش بہا کتاب تحریر فرما کر اپنے شیخ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کی خدمت میں پیش کی۔ جسے آپ نے پسند فرماتے ہوئے تصدیق و تائید کے لئے تقریظ بھی لکھ کر عنایت فرمائی۔

زندگی کے آخری ایام میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خط لکھ کر آپ کو لکھنؤ سے خانقاہ عالیہ دہلی بلایا اور خصوصی توجہات سے نوازنے کے ساتھ اصرار کر کے خانقاہ عالیہ دہلی، مکانات وغیرہ سب آپ کے سپرد کر کے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

مسند نشینی کے بعد مسلسل نو برس تک تبلیغی جدوجہد کی۔ ۱۲۴۹ھ میں خانقاہ عالیہ اپنے خلف رشید عالم باعمل صاحبزادہ حضرت احمد سعید صاحب علیہ الرحمۃ کے سپرد کر کے حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حجاز مقدس کا سفر اختیار کیا۔ ذی الحجہ کی دوسری یا تیسری تاریخ بلد الحرام میں داخل ہوئے، جہاں مشہور محدث شیخ محمد عابد سندھی، شیخ عبداللہ السراج ودیگر اکابر محدثین اور اولیاء اللہ نے آپ کا استقبال کیا۔ ادائیگی حج کے بعد بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ظاہری و باطنی انوار و تجلیات سے مستفیض ہو کر واپسی کا سفر اختیار کیا۔

حرمین شریفین سے واپسی پر بیماری کی حالت میں ۲۲ رمضان المبارک کو ٹونک پہنچے۔ بروز بدھ عید الفطر ۱۲۵۰ھ کو اس فانی جہان سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جسد اطہر کو تابوت میں رکھ کر دہلی لایا گیا، اس طرح مرشد کامل حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے قریب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آسودہ خواب ہو گئے۔ تاریخ وفات کا مادہ (ابجد کے حساب سے ۱۲۵۰ھ) ”ستون محکم دین قنادزپا“ سے نکلتا ہے۔

خواجہ خواجگان حضرت احمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ خواجہ خواجگان حضرت ابو سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ اور خلف رشید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲ واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ سے ملتا ہے، جس کا اظہار او جز المسالک شرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری نے بھی کیا ہے۔

مسلمانان ہند نے ۱۸۵۷ع میں جب انگریزوں کے تسلط کے خلاف جنگ آزادی کا اعلان کیا، اس میں حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کی ملی خدمات سرفہرست ہیں۔ شرعی نقطہ نظر سے اپنی آزادی کے لیے اٹھ کھڑا ہونا ٹھیک اسلامی

جہاد ہے۔ یہ جرت مندانه اقدام سب سے پہلے آپ کے حصہ میں آیا اور اس فتویٰ پر سب سے پہلے آپ نے دستخط فرمائے۔ بعد میں دوسرے علماء نے دستخط کیے۔ لہذا اس تاریخی جہاد کے آپ روح رواں ہیں لیکن اس موضوع پر لکھنے والے مورخین نے آپ کا نام نہ لکھ کر ایک تاریخی حقیقت کو چھپانے کی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد بھی آپ چار ماہ تک خانقاہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی میں زیر تعلیم رہے۔ آپ کی مقبولیت عام کے پیش نظر انگریز حکمرانوں نے آپ کو بہت ستایا۔ بالآخر آپ نے اپنی خانقاہ کے جملہ معاملات اپنے خلیفہ اعظم حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کئے اور خود عازم حرمین شریفین ہوئے۔ ۱۲۷۰ ہجری میں فرضہ حج ادا کیا اور چار دن مکہ مکرمہ میں قیام کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی اور آخر تک وہاں حلقہ ذکر و مراقبہ اور تبلیغی سلسلہ جاری رکھا۔

۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ ہجری ۶۰ سال کی عمر میں مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آرام فرماہیں۔

حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۲۱۶ ہجری میں حضرت خواجہ ملا علی کے گھر قندھار کے قریب آبائی گاؤں میں ہوئی۔ سن شعور کو پہنچتے ہی آپ نے دینی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں سے کیا۔ بعد میں کابل تشریف لے گئے، جہاں جید علماء کرام سے فقہ، حدیث اور دیگر علوم شرعیہ کی مزید تعلیم حاصل کی۔ طالب علمی کے زمانہ ہی سے آپ اولیاء اللہ کے عقیدت مند تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ چند طالب علموں کے ہمراہ قندھار کے مشہور بزرگ بابا ولی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو جاتے ہوئے جب ایک مجزوب درویش کے پاس سے گزرے تو انہوں نے فرمایا کہ طالب علم بڑا صاحب کمال اور صاحب ولایت میں سے ہو گا اور ولی کامل ہو گا کیوں کہ اس کی پیشانی میں اسرار معرفت جلوہ گر ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ اس مجزوب کے کلمات گاہے بگاہے ہم کو یاد آتے تھے۔ جب آپ کی طبیعت پر اضطراب و ہیجان کا غلبہ ہوا تو تعلیم ترک کر کے حجاز مقدس کا رخ کیا اور کئی سال وہاں مقیم رہے۔ حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہو کر جب عشاق کی منزل مدینہ منورہ پہنچے تو والی گنبد

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت شریف سے مشرف رہنے کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی میں علوم ظاہری کی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ اچانک ایک رات نائب خیر البشر حضرت شاہ عبداللہ المعروف غلام علی صاحب دہلوی قدس اللہ روحہ کی زیارت کا شوق اس قدر موجزن ہوا کہ حرمین شریفین سے رخت سفر باندھ کر قندھار اور پھر غزنی اور کابل سے ہوتے ہوئے جب پشاور پہنچے تو حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے وصال پر ملال کی خبر سنی۔ اس خبر سے اور پریشانی زیادہ ہوئی اور واپس قندھار آگئے۔ بعد ازاں آپ غوث اعظم سیدنا محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے دربار شریف میں بغداد حاضر ہوئے۔ مختصر عرصہ کے قیام کے بعد حضرت شیخ عبداللہ ہراتی کی خدمت میں پہنچ کر تین ماہ قیام کیا اور اپنی قلبی کیفیات سے آگاہ کیا تو انہوں نے حضرت شاہ ابو سعید دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کا امر فرمایا۔ الغرض متعدد مشائخ طریقت سے زیارت و ملاقات کے بعد جب حضرت ابو سعید قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ بیعت ہوئے اس وقت حضرت ابو سعید قدس سرہ حج پر جاز مقدسہ جا رہے تھے۔ آپ نے حضرت قندھاری علیہ الرحمۃ سے فرمایا قلبی تسکین کیلئے چاہیے کہ آپ میرے فرزند شاہ احمد سعید کی صحبت اختیار کریں اور ان سے فیض حاصل کریں یا پھر میرے حج سے واپسی تک یہاں بمبئی میں ٹھہریں۔ چنانچہ آپ نے دہلی جا کر حضرت احمد سعید قدس سرہ کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی۔ بالفاظہ جوں ہی شیخ طریقت حضرت شاہ احمد سعید دہلوی قدس سرہ کی جبین انور میں نظر کا پڑنا تھا کہ فقیر کے ہر درد کا مداوا ہو گیا اور دل کو تمام سابقہ غموم ہمووم سے خلاصی نصیب ہوئی۔ آپ نے ایک سال دو ماہ پانچ دن کی صحبت میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ سے تمام طرق مشہور اربعہ نقشبندیہ قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ کے فیوض حاصل کئے اور سند اجازت سے مشرف ہوئے۔ بالفاظہ حضرت احمد سعید قدس سرہ ”فقیر نے انہیں تمام طریقوں کی اجازت دے دی تاکہ رستہ ہدایت جاری فرمائیں اور سالکین کے دلوں کو منور کریں۔ وہ میرے نائب ہیں اور انکا ساتھ گویا میرا ساتھ ہے۔“ چنانچہ ۱۲۵۱ ہجری میں قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حکم اور دعاؤں کے ساتھ افغانستان کی طرف روانہ ہوئے، وہاں مثالی تبلیغی کام کیا اور پھر ۱۲۶۶ ہجری میں جب موسیٰ زئی شریف کے انعام پر قاضی عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اہل ذکر نے خانقاہ تیار کی تو موسم سرما کی آمد کے ساتھ ہی آپ نے موسیٰ زئی شریف کی رونق بحال کی اور تادم آخر وہیں قیام فرما رہے۔ ۶۸ برس کی عمر میں جب طبیعت زیادہ ناساز ہوئی تو خانقاہ شریف، کتب خانہ و دیگر اسباب حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ کو ودیعت فرمائے۔ اپنے مقررین خلفاء کو جمع فرما کر حضرت دامانی قدس سرہ کی

نیابت کی تائید کی۔ حضرت دامانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ میرے مرشد حضرت قندھاری قدس سرہ فرماتے تھے جب بھی مجھے کوئی مشکل درپیش آئی تو حضرت خواجہ خضر مشورہ اور تسلی دینے حاضر ہو جاتے تھے۔

بالآخر ۲۲ شوال ۱۲۸۴ میں رشد و ہدایت کا منبع اپنے معبود حقیقی کی رحمت کے انق میں غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کامزار شریف خانقاہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ حاجی محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۲۴۲ ہجری میں حضرت مولانا موسیٰ جان رحمۃ اللہ علیہ کے گھر قصبہ لونہ ضلع ڈیرہ اسماعیل میں ہوئی۔ چونکہ آپ کا تعلق ایک دینی و علمی خانوادے سے تھا، کم سنی ہی میں دینی تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ ابھی آپ تحصیل علم میں مصروف تھے کہ آپ کے ماموں جان مفتی نظام علیہ الرحمۃ نے جو کہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، ایک مرتبہ آپ کو نیاز مندانہ سلام و پیغام دے کر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ بیعت ہوئے بغیر سلام و پیام پہنچا کر واپس مدرسہ میں پہنچے لیکن اب پڑھنے میں پہلی سی رغبت نہیں رہی۔ بے قراری کے عالم میں دوبارہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے، بیعت سے مشرف ہوئے اور باطنی علوم کے ساتھ ساتھ ظاہری علوم کی تکمیل بھی حضرت حاجی دوست محمد قندھاری کے پاس ہی کی اور سفر خواہ حضر میں ہر وقت پیر و مرشد کی صحبت اور خدمت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ چنانچہ حضرت حاجی دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دینی کتب جن میں مشکوٰۃ شریف، صحاح ستہ، تفسیر معالم التزیل اور تصوف میں مکتوبات امام ربانی شامل ہیں، کی سندیں ہر خاص سے مزین کر کے عنایت کیں اور تصوف و طریقت کے تمام سلاسل میں اجازت مطلقہ سے بھی نوازا اور آخر میں آپ کو اپنا سجادہ نشین مقرر فرما کر اپنی تینوں خانقاہوں کا تحریری متولی بنایا۔ تقریباً ۱۲۸۸ ہجری میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ حج سے فراغت کے بعد جب زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرنے کے لئے مدینہ منورہ پہنچے تو سرزمین حرم نبوی کے پیش نظر کھانا پینا ترک کر دیا تاکہ قضائے حاجت کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ شعر:

ادب گاہے است زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اپنی پوری زندگی ذکرِ خدا کرتے کرتے گزار کر ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۱۴ ہجری بروز منگل کو کلمہ طیبہ کا ورد زبان پر جاری تھا کہ روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار پر انوار درگاہ موسیٰ زئی شریف میں پیر و مرشد حضرت حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہ کے قدموں میں زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔

سید السادات حضرت لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ دندہ شاہ بلاول کے عالی جاہ خاندان سید السادات میں سے ہیں۔ آپ کے بزرگوں میں سے ہمدان کے مشہور ولی حضرت شاہ بلاول ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ہمدان سے ہجرت کر کے دندہ ضلع چکوال میں آکر مقیم ہوئے اور انہیں کی بنسبت آجکل یہ قصبہ دندہ شاہ بلاول کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دینی علوم کی تحصیل حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ سے کی جو کہ بڑے عالم و فاضل اور خواجہ خواجگان حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد استاد محترم کے پاس رہ کر پندرہ سال تک علومِ دینیہ پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد خانقاہ دامن میں حاضر ہو کر حضرت حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہ کے دستِ اقدس پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور دس سال تک وقفہ وقفہ سے انکی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے رہے۔ آخری ایام میں جب حضرت قندھاری علیہ الرحمۃ شدید علیل تھے حضرت شاہ صاحب قبلہ خدمت میں موجود تھے۔ چنانچہ مرشد کامل نے قریب بلا کر آپ کے سینہ مبارک پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو کچھ دیر کے لئے حضرت شاہ صاحب بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ پھیرنے کی برکت سے میرا سینہ ہر قسم کی کدورت و آلائش سے بالکل پاک و صاف ہو گیا اور اب میرا سینہ شیشہ کی مانند صاف و شفاف ہے۔ حضرت حاجی صاحب کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ اعظم حضرت حاجی محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور برسوں ان کی صحبت میں آکر فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔

حضرت لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہری و باطنی کمالات کے پیش نظر حضرت حاجی محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت و اجازت سے مشرف فرمایا۔

مسلستین سال تک خلق خدا کی ہدایت کے اہم کام میں مصروف رہ کر ۲ شعبان ۱۳۱۳ ہجری کو معبود حقیقی کے جوار رحمت میں مقیم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار شریف دندہ شاہ بلاول میں مشہور معروف اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

سراج الاولیاء حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ مرشد کامل خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ کے گھر ۱۵ محرم الحرام ۱۲۹۷ ہجری کو موسیٰ زئی شریف میں پیدا ہوئے۔ سن شعور کو پہنچتے ہی والد گرامی نے آپ کو ملا شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بٹھایا۔ محض ۱۴ سال کی عمر میں فارغ تحصیل عالم بن گئے اور اپنے والد گرامی حضرت دامانی قدس سرہ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور دائرہ لائقین تک مکمل تصوف سلوک کی روحانی تعلیم حاصل کی۔ ساتھ ہی کتب تصوف بالخصوص مکتوبات امام ربانی و مکتوبات خواجہ محمد معصوم نور اللہ مرقدہ اپنے والد گرامی سے پڑھتے رہے۔

حضرت دامانی قدس سرہ نے مؤرخہ ۳ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ کو اپنے اس نوجوان عالم، عامل و صالح فرزند کو اپنا نائب، خلیفہ مجاز مطلق مقرر فرمایا اور تحریری اجازت نامہ بھی عنایت فرمایا۔

آپ ۱۳۲۴ھ کو قافلہ کی شکل میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے روانہ ہوئے۔ آپ کے ۳۶ فقراء بھی ہمراہ تھے۔ دوران سفر بے انتہا فیوض و برکات کی وارداتیں ہوتی رہیں۔ چنانچہ آپ کے رفیق سفر حاجی ملا صدر فرماتے ہیں حج بیت اللہ کے سفر میں جب حضرت قبلہ عالم مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے، ایک دن آپ غسل فرما کر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ گنبد خضرا کے پاس پہنچ کر آپ روضہ اقدس کے مجاوروں سے ملے۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد انہوں نے آپ کو عربی لباس پہنایا اور

ایک جلتی ہوئی موم بتی آپ کے ہاتھ میں دیدی، جسے لیکر اسی موم بتی سے آپ نے دو قندیلیں روشن کیں۔ اس کے بعد روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے۔ اور کافی دیر دعا و زاری کے بعد باادب وہاں سے رخصت ہو کر باہر تشریف لائے اور حتی الوسع وہاں کے مجاوروں کو شکرانہ ادا کیا۔

حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ نے تقریباً ۳۶ افراد کو خلافت عطا فرمائی، جن کے ذریعے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی مزید ترویج ہوئی لیکن آپ کے خلیفہ حضرت پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دینی خدمت کی وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی۔

۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۳ ہجری بروز جمعۃ المبارک ۳۶ برس کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خانقاہ عالیہ موسیٰ زئی شریف میں حضرت خواجہ حاجی محمد عثمان دامانی قدس سرہ جو کہ آپ کے مرشد و مربی و والد گرامی ہیں، کے مزار کے جوار میں آپ کی آخری آرامگاہ مرجع خاص و عام ہے۔

خواجہ خواجگان حضرت پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۲۷۰ ہجری میں حضرت مراد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر داؤد خیل میں ہوئی۔ بچپن کا زمانہ داؤد خیل میں گذرا۔ بڑے ہو کر عربی فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کا لا باغ تشریف لے گئے، جہاں دورہ حدیث تک مکمل درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد باطنی اصلاح کے لئے خواجہ خواجگان حضرت حاجی محمد عثمان دامانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، لیکن انکی علالت کی وجہ سے (کہ آپ آخری پانچ سال بیعت کے لئے آنے والوں کو صاحبزادہ حضرت سراج الدین یا خلیفہ ارشد حضرت لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہما کے سپرد فرماتے تھے) انکے خلیفہ ارشد حضرت سید لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ ان کی بیعت سے فیضیاب ہو کر خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ طویل عرصہ تبلیغ دین کے بعد تقریباً ۱۸۹۲ء میں فقیر پور شریف نامی مرکز ضلع مظفر گڑھ میں قائم فرمایا۔ ابھی آپ کا سلوک ناتمام تھا کہ حضرت سید لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے بیعت ثانیہ کے لئے خواجہ خواجگان حضرت سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حضور موسیٰ زئی شریف حاضر ہوئے۔ بیعت

ثانیہ کی اور آپ کے پاس دائرہ لائقین تک سلوک کی تکمیل فرمائی۔ پہلے چوں کہ فقیر پور شریف تک آنے جانے کیلئے معقول سہولت نہ تھی اور لوگ بکثرت آپ سے فیضیاب ہونے کے لئے حاضر ہوتے تھے، اس لئے آپ نے شہر سلطان کے قریب مسکین پور شریف نامی ایک نیامرکز قائم فرمایا اور آخر عمر تک وہیں قیام فرما رہے۔

حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ نے تبلیغ دین کے سفر میں جو ایام صرف کیے وہ ان سے کہیں زیادہ تھے جو آپ نے اپنے گھر میں گزارے۔ سندھ کے اکثر اضلاع، صوبہ پنجاب کے علاوہ متعدد بار ہندوستان کے تبلیغی دورے فرمائے۔ حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ مذہب کے حوالہ سے مقلد حنفی اور مسلک کے اعتبار سے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنی اور مشرب کے لحاظ سے نقشبندی مجددی تھے۔

۸۴ برس کی عمر میں تبلیغی سفر میں تھے کہ آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور اسی حالت میں واپس مسکین پور شریف پہنچے۔ بدھ یکم رمضان المبارک ۱۳۵۴ ہجری میں چاند رات کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار پر انوار درگاہ مسکین پور شریف ضلع مظفر گڑھ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

سلطان العارفین حضرت خواجہ غریب نواز محمد عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ

سلطان العارفین سراج السالکین حضرت خواجہ محمد عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ حضرت خواجہ محمد اولیس رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۷ صدی میں جا کے ملتا ہے۔

حضرت خواجہ پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ ضلع ملتان تحصیل شجاع آباد نزدیک جلال پور پیر والا گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولانا یار محمد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ بعد میں عربی تعلیم کے لیے اوچ شریف میں حضرت مولانا امام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے، جو حضرت خواجہ پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد تھے۔ کچھ کتابیں آپ نے اپنے بڑے بھائی مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی پڑھیں۔

حضرت خواجہ پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس فقیر کا آبائی طریقہ قادری تھا۔ یہ عاجز شروع میں حضرت حافظ فتح محمد صاحب جلال پور پیر والا کا دست بیعت ہوا تھا۔ آپ عالم باعمل اور واعظ پر اثر تھے۔ آپ سخی، متوکل اور بے ریا انسان تھے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے اور آپ کی دعائیں بڑی تاثیر ہوتی تھی۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں میری توجہ علم کے حصول کے طرف زیادہ تھی۔ آپ کی وفات کے بعد بہت پریشانی ہوئی اور اس نعمت کے حصول کے لیے کافی کوشش کی۔ پنجاب کے اندر کافی گادیاں تھیں اور ظاہر میں تو بڑا رعب تاب اور دبدبہ تھا لیکن جس بات کو میں ڈھونڈ رہا تھا کہ ایسا پیر ملے جس کے پاس شریعت و طریقت دونوں موجود ہوں وہ تلاش بسیار کے باوجود کہیں حاصل نہیں ہوئی۔

حضور پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دعا کے لیے عرض کی تھی، آپ نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے لیے وہ دعا مانگوں گا جس کا تجھے خود پتہ چل جائے گا۔ یہ اس دعا کا اثر ہے کہ جس نے مجھے ولی کامل حضرت خواجہ پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچایا۔ آپ نے حضرت خواجہ پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس فقیر نے فجر نماز آرائیں گاؤں میں پڑھی۔ اس مسجد کے پیش امام سے راستے کا پتہ پوچھ کر سیدھا حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد شریف کی طرف گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ اکیلے مسجد کے اندر مصلے مبارک پر تشریف فرما ہیں۔ آپ اس طرح دیکھ رہے تھے گویا کسی کے انتظار میں ہوں۔ یہ فقیر آپ کی قدم بوسی کر کے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگے اس کے بعد تھوڑی بہت گفتگو کر کے آپ اندر حویلی مبارک کی طرف چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ اپنے ہاتھوں سے روٹی لے کر آئے۔ حضرت صاحب ظہر نماز کے وقت پھر تشریف فرما ہوئے، نماز باجماعت ہوئی، اس کے بعد آپ نے اس عاجز کو بیعت سے سرفراز کر کے قلبی ذکر کی تلقین فرمائی۔

فرماتے تھے کہ اس عاجز کا ذکر شروع کرتے ہی ایسا حال ہو گیا کہ قلب کے جوش کی وجہ سے سلطان الاذکار بھی جاری ہو گیا اور جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے میں آگ کے جلتے ہوئے تنور میں پڑا ہوا ہوں اور میرا سر بہت بھاری ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے لگ رہا تھا کہ میرا دماغ پھٹ جائے گا۔ اتنا تو استغراق طاری ہو گیا کہ مراقبہ کا ارادہ ہوتے ہی میں گم ہو جاتا تھا۔ اپنے آپ کو گم دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا کہ کوئی مرض تو لاحق نہیں ہو گیا ہے۔ پھر کبھی

کبھی ایسے محسوس ہوتا تھا کہ میرا دل وجود کو چیر کے آسمان کی طرف اڑ کے چلا گیا ہے۔ آنکھوں میں سے جیسے آگ کی چنگاریاں نکلتی تھیں۔ حالت یہ ہو گئی کہ نہ کچھ کلام کر سکتا تھا اور نہ آنکھوں کو کوئی نیند نصیب تھی اور یہ میری حالت دو تین سال چلی۔ جنون اتنا غالب ہوتا تھا کہ کبھی کبھی سر سے دستار اتار کر زمین پر پھینک کر ادھر ادھر دوڑتا تھا۔ پاؤں ننگے ہوتے تھے، شلووار کے علاوہ دوسرا کوئی کپڑا پہن نہیں سکتا تھا۔ الحمد للہ ایسی حالت میں بھی ننگے پن کا ہوش رہتا تھا اور نماز کے وقت میں نماز پڑھتا تھا۔ میری حالت دیکھ کر حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مولوی صاحب آپ اپنے کپڑے دھو بی کو دھونے کے لیے دے کر آئے ہو کیا؟

حضور پیر فضل علی قریشی کے وصال کے بعد آپ نے پنجاب کے اندر پہلا تبلیغی اور روحانی مرکز قائم کیا۔ آپ کے محبوب خلیفہ حضرت اللہ بخش المعروف سوہناساں رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں سندھ سے کثیر جماعت مرکز کی تعمیر میں حصہ لینے کے لیے عاشق آباد پہنچی۔ حضور سوہناساں رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی فقیروں کے ساتھ مٹی اٹھائی اور اپنے پیر کے شان میں اپنی بنائی ہوئی مسقبتیں پڑھتے تھے۔

سندھ میں تبلیغ دین کی خاطر تشریف لانے کا واقعہ آپ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ میرے پیر و مرشد محبوب الہی خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا تبلیغی مشن پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا اور اپنے خلفاء کو اپنی صوابدید پر ان کے خیالات اور صلاحیتوں کے مطابق مختلف علاقوں میں بھیجا کرتے تھے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور مولانا عبدالمالک صاحب آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ دوران گفتگو مولانا عبدالمالک صاحب نے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ کاش حضور پیر قریشی مجھے تبلیغ کے لیے ہندوستان بھیجیں کیونکہ ہندوستان میں اور علاقوں کے بنسبت اہل علم زیادہ ہیں، وہاں کے لوگ اس نعمت (روحانیت) کی قدر کریں گے۔ جس پر میں نے بھی انہیں بتایا کہ مولانا صاحب میری یہ تمنا ہے کہ حضور مجھے سندھ میں تبلیغ کا حکم فرمائیں تو بہت ہی اچھا ہو، کیونکہ سندھی لوگ اللہ والوں کے بڑے عاشق ہیں۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے تھے کہ بچپن سے میں دیکھا کرتا تھا کہ سندھی مرد اور عورتیں پیادہ حضرت غوث بہاؤ الحق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شرکت کے لیے ملتان جاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہمارا گاؤں دریا کے کنارے پر تھا اس لیے وہ سندھی رات کو ہمارے ہاں قیام کر کے صبح کو دریا عبور کر کے آگے جاتے تھے۔ رات کو میرے والد سر پر روٹیاں رکھ کر بھیجتے تھے جو میں انہیں کھلاتا تھا۔ اس لیے مجھے انہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے کئی بار دیکھا کہ

پیدل چلنے کی وجہ سے ان کے پیر پھٹ جاتے تھے اور ان کے پیروں سے خون بہتا تھا وہ ان زخموں پر پٹیاں باندھ کر اپنا سفر جاری رکھتے تھے۔ ان کی اس والہانہ محبت و صداقت کو دیکھ کر اس فقیر (پیر مٹھارحمۃ اللہ علیہ) کے دل میں سندھ میں تبلیغ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت قریشی قدس سرہ کو کشف القلوب بہت ہوتا تھا، آپ نے بغیر کسی عرض معروض کے مولانا عبدالمالک کو ہندوستان کی طرف اور مجھے سندھ میں تبلیغ کا حکم فرمایا۔

آپ جب سندھ میں تشریف فرما ہوئے تو اس وقت سندھ میں مسلمانوں کے دینی حالات عموماً بتری کا شکار تھے۔ شہروں کے دنیا دار، جدید تعلیم یافتہ اور بڑے لوگ شریعت مطہرہ کی پابندی کرنا اپنی کسر شان سمجھتے تھے۔ عام لوگ اور دیہات کے رہنے والے اگرچہ کسی حد تک دین و مذہب سے لگاؤ رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی نشست و برخاست میں شریعت و سنت کو کم اور اپنی پسند ناپسند کو زیادہ عمل دخل تھا۔ مسجدیں نمازیوں کے لیے ترستی تھیں۔ پیروی سنت کو معیوب سمجھا جا رہا تھا۔ ان ہی اسباب کی بناء پر مسلمان قوم کے عملی اور اخلاقی حالات دن بدن ابتری کا شکار ہوتے جا رہے تھے۔ ایسے حالات میں اگرچہ آپ اس سے پہلے اپنے پیر و مرشد کے ساتھ اور انفرادی طور پر بہت سے تبلیغی سفر فرما چکے تھے لیکن اپنے مشفق و محسن مرشد کے حکم ملنے کے بعد خود کو تبلیغ کے لیے بالکل وقف کر دیا۔ دن رات اسی لگن میں مگن رہتے تھے۔ شہر شہر، گاؤں گاؤں، سلسلہ در سلسلہ چلتے رہتے اور مخلوق خدا کو خدائی احکام سناتے اور فیض محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوں کو منور کرتے رہتے۔ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے روحانی مراکز اور خانقاہیں بھی قائم کیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے اپنے آبائی علاقے میں ”عاشق آباد“ نامی بستی کا قیام عمل میں لائے۔ اس کا افتتاح بھی اپنے شیخ قریشی قدس سرہ سے ہی کروایا۔ انہوں نے ہی اس بستی کا نام ”عاشق آباد“ منظور فرمایا۔ آپ کی محنت اور کاوشیں بھی رنگ لائیں اور سندھ میں کافی بڑی ذاکرین کی جماعت تیار ہو گئی۔ ان مخلصین کو کچھ زیادہ وقت دینے کی ضرورت محسوس کی گئی تو آپ اپنے پیر بھائی، اپنے خلیفہ مطلق، دست راست اور بعد میں آپ کے جانشین حضرت غریب نواز سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ کے مشورے اور اصرار پر سندھ میں روحانی در سگاہ تعمیر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت غریب نواز سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ نے اپنی جماعت کے ساتھ مل کر کچے کے علاقے میں ”دین پور“ نامی بستی کی بنیاد رکھی اور اس طرح سندھ میں ایک روحانی در سگاہ بلکہ تربیت گاہ کا قیام عمل میں آ گیا۔ اسی کے ساتھ ہی بڑے ہی زور شور کے ساتھ تبلیغ کے کام کو وسعت دی گئی۔ جماعت میں دن دوئی رات چوگنی ترقی ہوتی چلی

گئی۔ لوگ جوق در جوق طریقہ عالیہ میں داخل ہونے لگے۔ سندھ کے کونے کونے میں آپ کا پیغام پہنچ گیا۔ باہر سے آنے والی جماعت کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے لاڑکانہ کے قریب ”رحمت پور شریف“ کی بنیاد رکھی گئی، جس کے لیے زمین کے اور باقی سارے اخراجات بھی حضرت سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ نے اپنی جیب خاص سے ادا فرمائے۔ رحمت پور شریف پہنچنے تک نہ صرف مخلصین و ذاکرین بلکہ مصلحین و مبلغین کی ایک بہت بڑی جماعت تیار ہو چکی تھی۔ یہاں پر سکونت پذیر ہونے کے بعد ان تمام حضرات کو پورے ملک میں پھیلا دیا۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ طریقہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ بے شمار ڈاکو، چور، زانی، راشی، شرابی اور فاسق و فاجر گناہوں سے تائب ہو گئے۔ قانون شریعت اور سنت نبوی پر طعن و تشنیع کرنے والے پابند شریعت اور متبع سنت بن گئے۔

آپ کا وصال ۸ شعبان المعظم ۱۲۸۴ ہجری میں رحمت پور شریف لاڑکانہ سندھ میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحمت پور شریف لاڑکانہ حضور پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کا آخری مرکز اور آخری آرام گاہ آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت الحاج اللہ بخش عباسی نقشبندی عرف پیر سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ

آپ کی ولادت باسعادت مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۰ء کو ضلع نوشہرہ و فیروز تحصیل کنڈیارو کے خانواہن نامی ایک چھوٹے سے قصبے میں قریشی، عباسی خاندان کے ایک معزز و صالح بزرگ حضرت محمد مٹھل عباسی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ہوئی۔ ابھی آپ محض ۵ ماہ کے کم سن بچے تھے کہ والدِ گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا، لیکن آپ کی والدہ محترمہ نے اخلاقی تربیت کے ساتھ دینی و دنیوی تعلیم کا پورا پورا اہتمام کیا۔

ابتدائی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے خانواہن ہی میں فائنل تک اسکول کی تعلیم بھی حاصل کی اور جلد ہی پرائمری اسکول خانواہن میں استاد متعین ہوئے۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ملازمت ترک کی اور والدہ محترمہ کے مشورہ سے مزید دینی تعلیم کے لئے گیریلو ضلع لاڑکانہ تشریف لے گئے، جہاں پر اس وقت کے جید عالم دین علامہ الحاج رضا محمد رحمۃ

اللہ علیہ تدریسی فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ حضور سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ نے متعدد مدارس میں رہ کر زیادہ تر دینی تعلیم ان ہی سے حاصل کی۔

حضرت پیر سوہناسائیں قدس سرہ کے آباء و اجداد بکھری تحصیل کنڈیارو کے راشدی سادات خاندان کے مرید تھے لیکن آپ ابھی علامہ رضا محمد کے یہاں بھریا میں زیر تعلیم تھے کہ خانواہن سے قریب ہالانی میں پنجاب کے مشہور نقشبندی کامل ولی و بزرگ حضرت پیر فضل علی قریشی تشریف فرما ہوئے۔ آپ ان سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور ان سے سلسلہ نقشبندیہ کے دو اسباق ہی حاصل کئے تھے کہ رمضان المبارک کی چاند رات بروز جمعرات ۱۳۵۴ھ کو حضرت پیر قریشی قدس سرہ کا انتقال ہو گیا۔ جس کے بعد ان کے عالم باعمل نائب و خلیفہ حضرت خواجہ محمد عبدالغفار رحمت پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر تجدید بیعت کی اور ان سے دائرہ لا تعین تک مکمل سلوک طے کیا، مدۃ العمر انکی خدمت و صحبت میں رہے۔

مسندِ ارشاد

حضرت پیر مٹھار حمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں حضرت سوہناسائیں قدس سرہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور بارہا خلفاء کرام کے مجمعہ میں اس کا اعلان فرمایا۔ نیز تحریری اجازت نامہ میں واضح طور پر اپنا نائب و قائم مقام لکھا اور خلفاء کرام کو اپنے بعد حضرت سوہناسائیں سے تجدید بیعت کا امر فرمایا۔ اس کے علاوہ بعض نئے آدمیوں کو جو آپ سے بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئے تھے، حضرت سوہناسائیں (گو آپ نے بہت معذرت کی لیکن تاکید امر فرما کر) سے بیعت کروا کر عملی طور پر اپنا نائب اور قائم مقام متعین فرمایا اور بعد کے حالات اور حضرت سوہناسائیں کی دینی و ملی خدمات نے ثابت کیا کہ حضرت پیر مٹھار حمۃ اللہ علیہ کا اپنے خلفاء کرام میں سے حضرت سوہناسائیں کا انتخاب بروقت، بر محل اور بہت ہی مناسب تھا۔ اور اس سے امت مسلمہ کو مثالی دینی فائدہ حاصل ہوا۔ حضرت پیر مٹھار حمۃ اللہ علیہ کے سانحہ وفات کے بعد آپ نے لاڑکانہ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ضلع دادو میں اپنا پہلا تبلیغی مرکز اپنے مرشد اول حضرت پیر قریشی علیہ الرحمۃ کے پہلے مرکز کے نام پر فقیر پور رکھا۔ جہاں ماہوار گیارہویں شریف کا جلسہ مقرر فرمایا۔ ساتھ ہی پاکستان کے چاروں صوبوں میں کئی تبلیغی دورے کئے۔ حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کے بیشتر خلفاء کرام بھی ان تبلیغی پروگراموں میں آپ کے ساتھ رہے اور لوگ جوق در جوق جماعت میں داخل ہوتے رہے۔

مثالی شیخ کی مثالی خدمات

حضرت پیر سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ بہت سے اوصاف میں عام پیروں سے مختلف تھے۔ مثلاً آپ کے توکل کا یہ عالم تھا کہ مرکز، مدرسہ، مسجد، خواہ لنگر کے لئے مدۃ العمر چندہ و سوال سے محترز رہے۔ اپنے خرچہ پر تبلیغی سفر کیا کرتے تھے۔ البتہ اگر کوئی شخص اپنے شوق سے کسی بھی مد میں مالی معاونت کرنا چاہتا تو سنت کے مطابق قبول کرتے تھے۔ کبھی بھی کسی فرد، جماعت یا فرقے کی مخالفت نہیں کی۔ لاکھوں مریدین کے شیخ اور پیر و مرشد تھے لیکن آپ نے کبھی بھی اپنے آپ کو پیر یا بزرگ نہ سمجھا اور نہ ہی متعلقین کو اپنا مرید۔ بلکہ اپنے قول و عمل سے اپنے آپ کو خادم اور فقیر سمجھتے اور مریدین کو دوست اور پیر بھائی کہتے اور سمجھتے تھے۔ بہت سی اصلاحی تنظیموں کے بانی و سرپرست تھے لیکن کبھی بھی اشارہ و کنایہ سے بھی اس کا اظہار بھی نہ کیا۔ غرض یہ کہ خلوص و لہمیت کے جو واقعات کتابوں میں پڑھے اور بزرگوں سے سنے تھے، بلا کم و کاست آپ کو ان کا مصداق پایا۔

اصلاحی تنظیمیں

جماعت اصلاح المسلمین: حضرت سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ اور آپ کے خلفاء کرام اور مریدین ہر سطح پر تبلیغ دین و اشاعت اسلام کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ لیکن ۱۹۷۱ء سے باقاعدہ سرکاری طور پر ایک رجسٹرڈ تنظیم کی حیثیت سے آپ کی سرپرستی میں جماعت اصلاح المسلمین کا قیام عمل میں آیا اور اس تنظیم نے شریعت، تصوف و طریقت کا منظم طور پر خدمات کا آغاز کیا اور آپ نے اسی سال محترم الحاج احمد حسن کی قیادت میں ایک تبلیغی وفد متحدہ عرب امارات روانہ فرمایا۔ اس طرح بیرونی ممالک میں تبلیغی کام کی ابتدا امارات سے ہوئی اور بعد میں یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ دنیا کے کئی ممالک میں اس خالص اصلاحی جماعت کے کارکن ملازمت اور ذاتی کاروبار کے ساتھ درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کی صورت میں خدمت دین متین انجام دینے لگے۔

جمعیت علماء روحانیہ غفاریہ: حضرت پیر سوہناسائیں قدس سرہ کے مریدین میں ایک بڑی تعداد علماء کرام کی تھی جو درس و تدریس اور تصنیف و تالیف، امامت و خطابت کی صورت میں شریعت مطہرہ اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ وقتاً فوقتاً دربار عالیہ اللہ آباد شریف یا فقیر پور شریف میں تعلیمی و تربیتی دورے منعقد کروا کر چند

دن صحبت اور ملاقات کا خصوصی موقعہ فراہم کرتے اور انفرادی طور پر ان کے ذاتی مسائل اور دینی خدمات کے بارے میں پوچھتے۔ کوتاہی معلوم ہونے پر درد مندانہ تنبیہ کرتے اور مفید مشورے دیتے تھے۔

روحانی طلبہ جماعت: حضرت پیر سوہناسائیں قدس سرہ چونکہ عالم و عارف بزرگ تھے اور امت مسلمہ کے حقیقی خیر خواہ تھے، اس لئے انکی مسلمانان عالم کی موجودہ حالات پر پوری نظر تھی اور ہر وقت دین اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے فکر مند رہتے تھے۔ اسی مقصد کے پیش نظر آپ نے جدید تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے طلبہ کے لیے روحانی طلبہ جماعت نامی تنظیم قائم فرمائی۔ جس کے نتیجے میں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم سینکڑوں طلبہ نیک و صالح بلکہ بعض تو مبلغ اسلام بنے۔

مثالی مراکز

یوں تو حضرت پیر سوہناسائیں علیہ الرحمۃ اور آپ کے خلفاء کرام کی تبلیغی جدوجہد کے نتیجے میں ہزاروں افراد کی اصلاح ہوئی اور وہ مکمل طور پر شریعت مطہرہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی کرنے لگے۔ لیکن جہاں جہاں خود آپ نے قیام فرمایا، وہاں ایک ایسے اصلاحی معاشرہ کی بنیاد ڈالی (مثالی مراکز بھی قائم کئے) اور عملی طور پر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نافذ کر کے دکھایا، جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ایسے اصلاحی اور مثالی مراکز میں:

(۱) درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیار و ضلع نوشہرہ و فیروز سندھ، (۲) درگاہ فقیر پور شریف ضلع دادو سندھ، (۳) درگاہ طاہر آباد شریف ضلع ٹنڈوالہیار قابل ذکر ہیں۔ ان مثالی تبلیغی مراکز میں مقیم تمام مرد حضرات، خواہ خواتین شریعت مطہرہ کے عین مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ نماز باجماعت، تہجد، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈاڑھی اور عورتوں کا مکمل طرح سے شرعی پردہ کا اہتمام کرنا، نیز ضروری دینی مسائل بر زبان یاد کر کے ان پر عمل کرنا، بلکہ ان کی تبلیغ کرنا۔ یہ حضرت پیر سوہناسائیں قدس سرہ کی فقید المثال دینی خدمات ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کے درمیان فرقہ بندی اور فروعی اختلافات کو ختم کرنے کے لیے سخت جدوجہد و محنت کی۔ مختلف فرقوں کے علماء کرام سے فرقہ بندی ختم کرنے کے لیے ملاقاتیں کیں اور درد مندانہ طور پر خطوط لکھے۔ جس میں آپ نے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے اتحاد و اتفاق کے لیے بہت زور دیا۔ مختلف مشائخ عظام و علماء کرام سے ملاقات کے لیے پیراں سالی کی وجہ سے جس طرف آپ نہیں

جاپاتے تھے تو اپنے خلفاء کرام و علماء عظام پر مشتمل وفد بھیجا کرتے تھے۔ آپ نے اس اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرنے کے لیے اپنے خلفاء، علماء، مریدین و متوسلین کو یہی درس دیا کہ کسی بھی گروہ یا فرقے کی مخالفت نہ کریں اور اگر کوئی آپ کی مخالفت کرتا ہے تو اس پر صبر کریں اور ان کے ساتھ محبتیں بڑھانے کی کوشش کریں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم عاجز بندے ہیں، ہمارا کام خلوص سے اتحاد و اتفاق امت مسلمہ کے لیے کوششیں کرنا ہیں۔ اس کا نتیجہ و اثرات ظاہر کرنا یہ خدائے عز و جل کا کام ہے۔

جوانی کے زمانہ سے لیکر بڑھاپے تک مسلسل محنت، مجاہدات، عبادات و ریاضات کی وجہ سے عوارضات کے باوجود آپ نے نماز باجماعت، تہجد اور تبلیغ و تلقین و ذکر کا سلسلہ کبھی منقطع نہ کیا۔ یہاں تک کہ دنیوی زندگی کے آخری دن بھی بعد از نماز عصر نئے واردین کو بیعت کر کے وعظ و نصیحت کی اور آخری رات وفات سے چند لمحہ پہلے تکلیف کے باوجود اٹھ کر نماز تہجد ادا کیا اور قبلہ رو ہو کر لیٹ گئے اور اللہ، اللہ کہتے ہوئے ۶ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ (مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۸۳ء) پیر کی رات اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ یا محمد ہووے زبان پہ جاری
جب یہ روح میری چرخ کہن سے نکلے

مختصر معمولات، ایصالِ ثواب اور ختم خواجگان

مختصر معمولات

تلاوتِ قرآن: روزانہ قرآن مجید کی تلاوت ضرور کی جائے، ایک پارہ یا اس سے زیادہ۔ بہتر ہے کہ کم از کم نصف پارہ تلاوت کی عادت ہونی چاہئے اور بلا عذر اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

کلمہ طیبہ: کلمہ طیبہ کا ورد جس قدر زیادہ ہو بہتر ہے۔ بلند آواز سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آواز اس قدر ہو کہ آدمی خود اور قریب بیٹھے لوگ آواز سن سکیں۔ ۹۹ مرتبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہنے کے بعد ایک مرتبہ مکمل کلمہ شریف ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ صلی اللہ علیہ وسلم، کہنا چاہئے۔ اس طریقہ پر کم از کم دو دو تسبیح روزانہ پڑھنا ضروری ہے۔

درد و شریف: زیادہ کی کوئی حد نہیں، کم از کم دو تسبیح روزانہ کا معمول ہونا چاہئے۔ جمعہ کے دن اور بھی زیادہ درد و شریف پڑھا جائے۔

استغفار: ”أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ تَعَالَى رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ“ روزانہ دو تسبیح۔

تسبیح: ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ“ دو تسبیح۔

نماز تہجد: نصف رات کے بعد جس وقت بیداری ہو حسبِ توفیق ۲ تا ۸ رکعات

سلسلہ عالیہ: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ غفاریہ بخششہ مع مناجات سوتے وقت یا نماز تہجد کے بعد عربی، اردو یا سندھی جس زبان میں آسانی ہو پڑھا جائے۔

اس کے علاوہ رات کو سونے سے پہلے سورہ فاتحہ، سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اَلَمْ سے لیکر مُفْلِحُونَ تک، آیۃ الکرسی خَالِدُونَ تک اور آخری آیات آمَنَ الرَّسُولُ سے لیکر آخر سورہ تک، نیز چہار قل ”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ“، ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“، ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ“ اور ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ“ ہر ایک بسم اللہ کے ساتھ اور درد و شریف

گیارہ مرتبہ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے پہلے اپنے جسم پر ہاتھ پھیر لیں، اس کے بعد اہل خانہ بالخصوص بچوں پر دم کریں۔

سوتے وقت مسنون دعا ”بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ أَمُوتُ وَأَحْيَا“ اور بیدار ہونے پر ”أَلْحَدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانِي بَعْدَ مَا أَمَاتَنِي وَإِلَيْهِ النُّشُورُ“ پڑھنا چاہئے۔

رمضان المبارک میں کلمہ طیبہ کا ورد اور تلاوت قرآن کثرت سے کی جائے۔ جس قدر ہو سکے صلوٰۃ التسلیم زیادہ پڑھی جائے۔

مفصل ختم شریف

یہ ختم جو سالانہ اجتماعات کے مواقع پر ہمارے مشائخ کا معمول رہا ہے اس کا طریقہ کار یہ ہے۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ اِلٰی آخِرِهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ اِلٰی آخِرِهِ کے بعد تین بار درود شریف، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ اِلٰی آخِرِهِ کے ساتھ سورہ ملک (تَبَارَكَ الَّذِي) آخر تک، اس کے بعد ایک بار بِسْمِ اللّٰهِ اِلٰی آخِرِهِ تک کے ساتھ سورہ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ) تین بار، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ اِلٰی آخِرِهِ کے ساتھ سورہ فلق (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) ایک بار، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ اِلٰی آخِرِهِ کے ساتھ سورہ الناس (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ) ایک بار، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ اِلٰی آخِرِهِ کے ساتھ سورہ فاتحہ ایک بار، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ اِلٰی آخِرِهِ کے ساتھ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات (اَلَمْ سَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ) تک ایک بار، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ اِلٰی آخِرِهِ کے ساتھ سورہ بقرہ کی آخری آیات (اَمَنْ الرَّسُولُ تَالِیْ آخِرِ سُوْرَه) ایک بار، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ اِلٰی آخِرِهِ کے ساتھ آیت لَقَدْ جَاءَكُمْ رَّسُوْلٌ سَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ تک ایک بار، اس کے بعد ”دَعُوْهُمْ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنْ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ“ ایک بار، اس کے بعد آیت ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ آخر آیت تک ایک بار، اس کے بعد آیت ”اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ“ سے لیکر تَسْلِيْمًا تک، اس کے بعد ”سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ

يَلِّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ پڑھ کر تین بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ پڑھ کر خشوع و خضوع کے ساتھ کافی دیر تک ایصالِ ثواب کی دعا کی جاتی ہے۔

دعائے ایصالِ ثواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ، اَللّٰهُمَّ بَدِّعْ ثَوَابَ هٰذَا الْكَلَامِ (اور اگر ایصالِ ثواب کے لئے کھانا بھی تقسیم کیا گیا ہو تو الکلام کے بعد وَالطَّعَامِ کا لفظ بڑھایا جائے) بِجَنَابِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ قُرَّةِ عَيْنِنَا وَ رَاحَةِ رُوحِنَا وَ ضِيَاءِ قُلُوبِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَاَهْلِ بَيْتِهِ وَ اَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ وَ خُلَفَائِهِ الرَّاشِدِينَ الْهَادِيْنَ الْمُتَهْتِدِينَ وَ جَمِيعِ اَصْحَابِهِ وَ اَحْبَابِهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ وَ اِلٰی جَنَابِ مَشَائِخِ جَمِيعِ السَّلَاسِلِ الْقَادِرِيَّةِ وَالْجُسْنِيَّةِ وَالسَّهْرُورِيَّةِ وَ خَاصَّةً اِلٰی اَصْحَابِ الطَّرِيقَةِ الْعَالِيَةِ النَّفْسَبَنْدِيَّةِ، خُصُّوْصًا اِلٰی جَنَابِ الْمُعَلِّيِّ مُرْشِدِنَا وَ هَادِيْنَا الْبَجْدِدِ وَ الْبَنُوْرِ لِبَآءِ اَرْبَعَةِ عَشَرَ خَوَاجَةً خَوَاجَانَ پیر پیرانِ سُلْطَانِ الْعَارِفِيْنَ وَ سَيِّدَتِنَا فِي الدَّارَيْنِ حَضْرَتِ الْحَاجِّ اللّٰهِ بِخَشِ سَهْنَا سَائِيْنَ قَلْبِي وَ رُوحِي فِدَاہ، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا مِنْ فُيُوضَاتِهِمْ وَ بَرَكَاتِهِمْ، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا مِنْ فُيُوضَاتِهِمْ وَ بَرَكَاتِهِمْ، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا مِنْ فُيُوضَاتِهِمْ وَ بَرَكَاتِهِمْ وَ اِهْدِنَا سَبِيْلَهُمْ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّيِّعُ الْعَلِيْمُ، وَ تَبَّ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ الثَّوَابُ الرَّحِيْمُ، وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ۔ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

وضاحت

دعا کوئی بھی ہوا اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بولی یعنی عربی زبان میں ہو تو بہتر ہے، لیکن یہ لازمی اور ضروری نہیں۔ لہذا ایصالِ ثواب کے لئے بھی بعینہ مذکورہ الفاظ میں دعا مانگنا ضروری نہیں۔ اہل علم حضرات ان میں کمی بیشی کر سکتے ہیں، البتہ عوام الناس اپنی طرف سے کوئی رد و بدل نہ کریں۔ البتہ اگر چاہیں تو حمد اور صلوة و سلام کے بعد سندھی، اردو یا کسی بھی زبان میں ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں مثلاً

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ۔ یا اللہ اس کلام و بعام کا ثواب سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کو پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک، اہل بیت عظام، ازواج مطہرات، حضرات خلفاء راشدین اور آپ کے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پہنچا اور جمیع سلاسل کے مشائخ عظام بالخصوص سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ خاص کر ہمارے پیر و مرشد ہادی و رہبر سلطان العارفین حضرت قبلہ سوہناسائیں قلبی و روحی فداہ کی روح پر فتوح کو پہنچا۔ یا اللہ ہمیں اپنے ان مقرب بندوں کے فیوض و برکات سے بہرہ ور فرما، یا اللہ ہمیں اپنے ان مقرب بندوں کے فیوض و برکات سے بہرہ ور فرما، یا اللہ ہمیں اپنے ان مقرب بندوں کے فیوض و برکات سے بہرہ ور فرما، اور ہمیں انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ ہماری عاجزانہ دعائیں قبول فرما اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حل مشکلات کے لیے ختم خواجگان نقشبند

قضائے حاجات و حل مشکلات کے لیے ہمارے مشائخ سلسلہ کے یہاں جو ختم خواجگان مروج ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ بعد از نماز عصر (کسی دوسرے وقت بھی پڑھ سکتے ہیں) چند افراد گول دائرہ کی شکل میں بیٹھ جائیں اور جو مشکل درپیش ہو، ذہن میں رکھ کر پہلے سورہ فاتحہ مع بسم اللہ سات مرتبہ پڑھیں، اگر شریک افراد زیادہ ہوں تب بھی فاتحہ فقط سات افراد ایک ایک بار پڑھیں، اس کے بعد کنکریاں یا کھجور کی گٹھلیاں جو میسر ہوں ان پر ایک سو ایک (۱۰۱) مرتبہ درود شریف پڑھیں، پھر اناسی (۷۹) مرتبہ سورہ الم نشرح پڑھیں، اس کے بعد ایک ہزار مرتبہ سورہ اخلاص (قل ہو اللہ) پڑھیں، اس کے بعد سورہ فاتحہ پہلے کی طرح فقط سات بار پڑھیں اس کے بعد

ایک سو ایک بار یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ

ایک سو ایک بار یَا کَافِیَ الْبُھَمَاتِ

ایک سو ایک بار یَا مُجِیْبَ الدَّعَوَاتِ

ایک سوا یک باریا حَلَّ الشُّكَلَاتِ

ایک سوا یک باریا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ

ایک سوا یک باریا دَافِعَ الدَّرَجَاتِ

ایک سوا یک باریا شَافِيَ الْأَمْرَاضِ

ایک سوا یک باریا أَذْهَمَ الرَّاحِیْنِ

پڑھ کر اس کا ثواب سلطان العارفین، حضرت خواجہ بابزید بسطامی، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی، حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی، حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی، حضرت خواجہ عارف ریوگری، حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی، حضرت خواجہ باباسامی، حضرت خواجہ سید امیر کلال، خواجہ خواجگان پیر پیران حضرت بہاؤ الدین نقشبند بخاری اور حضرت خواجہ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ارواح پاک کو ایصال ثواب کریں اور ان کے وسیلہ سے اپنی حاجت کے لیے دعا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان حضرات قدسی صفات کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ مشکل حل فرمادے گا۔ یہ ختم شریف تین یا سات یوم تک پڑھا جاتا ہے۔ ختم شریف میں شامل حضرات جس قدر نیک و صالح ہونگے اسی قدر قبول دعا کی زیادہ امید ہے۔

چند مخصوص ختم خواجگان

۱۔ سیدی و مرشدی سلطان العارفین حضرت الحاج اللہ بخش المعروف سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ کے مریدین و متوسلین کو چاہئے کہ روزانہ حلقہ ذکر و مراقبہ قائم کریں اور مراقبہ سے پہلے درج ذیل ختم شریف تمام افراد مل کر پڑھیں۔ ایک سو بار درود شریف، پانچ سو مرتبہ آیت کریمہ ”إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ“، پھر ایک سو مرتبہ درود شریف شامل تمام افراد ملکر پڑھیں، اس کے بعد ایک بار سورۃ فاتحہ، گیارہ مرتبہ سورۃ قریش (إِيلَافِ) ہر ایک شامل فرد پڑھے، آخر میں حضور سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ اور آپ کے مشائخ کرام قدس اللہ اسرارہم کی ارواح پاک کو بخش دیں۔

۲۔ ختم خواجہ خواجگان حضرت محمد عبدالغفار المعروف پیر مٹھار حمزہ اللہ علیہ۔ حسب سابق اول و آخر ایک ایک سو بار درود شریف، درمیان میں یہ آیت کریمہ ”وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى“ پانچ سو مرتبہ۔

۳۔ ختم حضرت خواجہ پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ۔ آیت کریمہ ”ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ“ پانچ صدار اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۴۔ ختم خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَبْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ پانچ سو مرتبہ اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۵۔ ختم حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ“ پانچ سو مرتبہ اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۶۔ ختم حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ۔ ”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ“ پانچ سو بار اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۷۔ ختم حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ۔ ”يَا رَحِيمُ كُلِّ صَرِيحٍ وَمَكْرُوبٍ وَغِيَاثَهُ وَمَعَاذَهُ يَا رَحِيمُ“ پانچ سو بار اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۸۔ ختم حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ”يَا اللَّهُ يَا رَحْمَنُ يَا رَحِيمُ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ“ سو بار پورا ہونے پر ”اللَّهُمَّ اذْهَبْ عَنِّي حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُبَلِّغُنِي إِلَى حُبِّكَ“ پانچ سو مرتبہ اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۹۔ ختم حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ”يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ“ پانچ سو مرتبہ اور سو پورا ہونے پر ایک مرتبہ کہیں ”أَصْدِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ وَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ“ اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۱۰۔ ختم حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“ پانچ سو بار اور ہر سو مرتبہ پورا ہونے پر کہیں ”فَاسْتَجِبْ نَالَهْ وَتَخَيَّرْنَا مِنْ النِّعَمِ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ“۔

۱۱۔ ختم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ۔ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ پانچ سو بار اور اول و آخر ایک سو مرتبہ درود شریف۔

۱۲۔ ختم حضرت باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ”يَا بَاقِيَّ اَنْتَ الْبَاقِيَّ“ پانچ سو مرتبہ، سو عدد پورا ہونے پر ایک مرتبہ کہیں ”كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ“۔

۱۳۔ ختم حضرت خواجہ خواجگان شاہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ۔ ”يَا خَفِيَّ اللُّطْفِ اَذْرِ كُنِي بِلُطْفِكَ الْخَفِيِّ“ پانچ سو بار، اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۱۴۔ ختم حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ۔ ایک سو بار درود شریف، پانچ سو بار ”حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“ اور ہر بار سو پورا ہونے پر ”نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ“ آخر میں پھر ایک سو بار درود شریف۔

ہدیہ صلوات و سلام در بارگاہ خیر الانام سید الاولین و الآخین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تین سو تیرہ مرتبہ ”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَىٰ اٰلِهِ وَ اَصْحَابِهِ صَلَوةً تُنَجِّنَا بِهَا مِنْ جَمِيعِ الْاَهْوَالِ وَالْاَلْقَاتِ وَ تَقْضِي لَنَا بِهَا جَمِيعَ الْحَاجَاتِ وَ تُطَهِّرَنَا بِهَا مِنْ جَمِيعِ السَّيِّئَاتِ وَ تَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَ تُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيَاةِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“۔

مذکورہ بالا مشائخ کے ایام وصال

آخر میں ان بزرگوں کے ایام وصال تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ عرس شریف کی مناسبت سے اور ایصالِ ثواب کے حوالہ سے ختم و خیرات اور دینی اجتماع منعقد کرنے میں سہولت رہے۔

ایام وصال مذکور مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ: ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ ہجری

حضرت شاہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ: ۱۳ ربیع الاول ۷۹۱ ہجری

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی قدس سرہ: ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ ہجری

- حضرت امام ربانی سرہندی قدس سرہ: ۲۸ صفر ۱۰۳۴ ہجری
- حضرت مرزا مظہر جانِ جانان قدس سرہ: ۱۰ محرم ۱۱۵۵ ہجری
- حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ: ۲۳ صفر ۱۲۴۰ ہجری
- حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری قدس سرہ: ۲۲ شوال ۱۲۸۴ ہجری
- حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ: ۲۲ شعبان ۱۳۱۴ ہجری
- حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ: ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۳ ہجری
- حضرت خواجہ فضل علی قریشی قدس سرہ: یکم رمضان ۱۳۵۴ ہجری
- حضرت خواجہ محمد عبدالغفار رحمت پوری قدس سرہ: ۸ شعبان ۱۳۸۴ ہجری
- حضرت خواجہ الحاج اللہ بخش سوہناساکن قدس سرہ: ۶ ربیع الاول ۱۴۰۴ ہجری

شجرہ طیبہ مطہرہ

سلسلہ عالیہ مشائخ نقشبندیہ

از کلام قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت الحاج محمد طاہر المعروف سجن سائیں مدظلہ
سجادہ نشین درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ هُوَ طَيِّبٌ لِّقُلُوْبِنَا وَشَفِیْعٌ لِّذُنُوْبِنَا وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

سب ثنا مخصوص ذاتِ کبریا کے واسطے

رحمۃ للعالمین شافع جزا کے واسطے

ہو عطا صدق و صفا صدیق اکبر کے طفیل

حب اپنی کر عطا اس با وفا کے واسطے

صدقے سلمان فارسی کے ہو کرم تیرا کریم

حضرت قاسم امام الاولیاء کے واسطے

نفس ہو مغلوب حضرت سید جعفر طفیل

قطب عالم بایزید بادشاہ کے واسطے

خواجہ خرقانی ابوالحسن شہنشاہ اولیاء

پیر پیراں ابوالقاسم با خدا کے واسطے

صاحب فیض و فضیلت بوعلی شیخ الوری

خواجہ بو یوسف دلارے با وفا کے واسطے

خواجہ صاحب عبدالحق غجدوانی اولیاء

شیخ عارف ریوگری اس حق نما کے واسطے

حضرت محمود صدقے عاقبت محمود ہو

پیر علی رامیتنی مرد خدا کے واسطے

خواجہ بابا ساسی مرد فاضل با کمال

شاہ شمس الدین سید شہنشاہ کے واسطے

غوثِ اعظم، قطبِ عالم، شہنشاہِ نقشبند

شاہ بہاؤ الدین بخاری دلربا کے واسطے

دل میرا ہوا اسمِ اعظم سے منور یا خدا

پیر علاؤ الدین عابد بے ریا کے واسطے

حضرت یعقوب صدقے مشکلیں سب معاف ہوں

پیر عبید اللہ فضل اولیاء کے واسطے

حضرت زاہد کے صدقے زہدِ کامل ہوں نصیب

سائیں درویش محمد مقتدا کے واسطے

خواجہ املنگی کے صدقے گریہ زاری ہو عطا

خواجہ محمد باقی باللہ باصفا کے واسطے

شہنشاہِ اولیاء نائبِ جنابِ مصطفیٰ

حضرت خواجہ مجدد مہرباں کے واسطے

حضرت معصوم صدقے عشقِ کامل ہوں نصیب

خواجہ سیف الدین رہبر و رہنما کے واسطے

حضرت محسن کے صدقے معاف ہو میری خطا

پیر کامل نور محمد پارِ سا کے واسطے

شیخ حبیب اللہ شہید مرزا مظہر جانِ جاں
خیر خواہ خواجہ غلام علی خوش ادا کے واسطے

بوسعید شیخ احمد دہلوی غوثِ زماں
فاروقی احمد سعید شمس الہدیٰ کے واسطے

دوست تیرا الہی دوست محمد دلربا
حضرت عثمان تارک ماسوا کے واسطے

حضرت محمد لعل شاہ اور سراج الدین پیر
دل کی ظلمت دور ہو ان مہ لقا کے واسطے

فیضِ فضلی کا ہے برسا عجم عربستان پر
فضل ہو فضل علی فضل خدا کے واسطے

نائب خیر الوریٰ حضرت محمد عبدالغفار
مہر ہو منظور مجھ پر مہربان کے واسطے

ابررِ حمت شاہِ شفقت حضرت اللہ بخش سائیں
یہ دعا مقبول ہو قطب الوریٰ کے واسطے

مال ملکیت کی محبت قلب سے زائل کریں
پیر ہادی اللہ آبادی بھر جھلا کے واسطے

شیخ کامل میں فنائیت اور محبت ہو نصیب
پیر بس راضی رہے اس بے نوا کے واسطے

یا خدا در چھوڑ تیرا میں بتا جاؤں کہاں
رحم کراے را حنین اپنی سخا کے واسطے

شر شیطانی سے مجھ کو یا خدا محفوظ رکھ
نفس ہو مقہور میرا دامن کے واسطے

تیری خوشنودی مقدم ہو سدا میرے لیے
ہر عمل ہو بے ریا تیری رضا کے واسطے

ہیں نمازیں بے خشوع اور سجدے میرے بے قرار
مہر سے مقبول ہوں نور الہدیٰ کے واسطے

تیری رحمت اور شفقت کا بحر ہے بے کراں
ایک قطرہ بخش دے صل علیٰ کے واسطے

مجھ کو رکھیو مفلسی سے دور در ہر دوسرا
پوری کر سب حاجتیں اپنی سخا کے واسطے

عدو ہوں مغلوب میرے دین و دنیا کے تمام
کافی ہے بس فضل تیرا خاکپا کے واسطے

ہو عطا مجھ کو سعادت دین و دنیا کی تمام
 سید الکونین خاتم الانبیاء کے واسطے
 التجائیں محمد طاہر کی ہوں سب مستجاب
 جملہ کامل اولیاء اور اتقیاء کے واسطے

آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

اے خداوند ابداتِ کبریا کے واسطے
 قرۃ العینین احمد مصطفیٰ کے واسطے
 بے حساب و بے عقاب و بے عتاب بخش دے
 لخت جو کبد النبی خیر النساء کے واسطے
 ہے رضامندی تیری مطلوب درہر دوسری
 لافقی الا علی حسن العلیٰ کے واسطے
 رکھ مجھے درہر دو عالم زیر سایہ عاطفت
 سید الشہداء شہیدِ کربلا کے واسطے

حضرت سجاد زین العابدین کا واسطہ

باقرو جعفر امام الاتقیا کے واسطے

کشتی میری ڈوبتی کو پار کر دے یا خدا

موسیٰ کا ظم امام علی رضا کے واسطے

حضرت سید محمد ہے تقی جس کا لقب

جو د کرنا بود پر اس ذوالعطا کے واسطے

تاجدار ہر دو عالم حضرت علی النقی

عاقبت محمود کر اس رہنما کے واسطے

موت کی تلخی نہ دیکھوں گور میری کر منیر

احسن حسن العسکری شمس الہدیٰ کے واسطے

موت دے جب، ذات تیری راضی و خوشنود ہو

سید موعود مہدی پیشوا کے واسطے

دیدہ گریاں سینہ بریاں بے قراری اضطراب

عشق اپنے میں فنا کر دامنما کے واسطے

تاقیامت عشق تیرے میں ہوں جاں گداز

آل امجاد النبی بدر الدجی کے واسطے

دین و دنیا کے سبھی اعداء میرے مقہور کر

حضرت فضل علی ظل ہما کے واسطے

مشکلیں آسان فرما دین و دنیا کی تمام

حضرت محمد عبدالغفار حق نما کے واسطے

اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا

اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ